ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
2
www.tanzeem.org
21 تا 27 ربیع الاوّل 1436ھ / 13 تا 19 جنوری 2015ء

اس شمارے میں

ناک کٹی جمہوریت سیکولرازم کی راہ پر

ایمان بالرسالت

گھمبیر مسائل اور سیرت رسول ﷺ

طُرفہ تماشا

''نیا پاکستان'' کا نعرہ

اسلام کا اصل دشمن سیکولرازم ہے

اچھے دہشت گرد، بُرے دہشت گرد

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

رحمۃ للعالمین ﷺ کا نظام

''حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا لایا ہوا نظام زندگی جو آخری ہے، یہ صرف آخری ہی نہیں ہے بلکہ یہ ساری دنیا کے لئے رحمت و برکت کا ذریعہ بھی ہے۔ گویا اسی نظام میں اب دنیا کی فلاح و بہبود پوشیدہ ہے۔ اسی پر چل کر دنیا تباہی سے بچ سکتی ہے۔ اسی کی ہدایت کے ذریعے وہ گمراہ لوگوں کے ایجاد کردہ ہتھیاروں کی تباہی سے نجات پا سکتی ہے۔ اسی کی مدد سے وہ اپنے طبقاتی، لسانی، علاقائی، قومی، معاشی، سیاسی، معاشرتی، اخلاقی اور روحانی مسائل حل کر سکتی ہے۔ اسی نظامِ رحمت میں اس کی فلاح، اس کی سلامتی اور اس کی ترقی کی ضمانت پوشیدہ ہے۔ اسی نظامِ رحمت کی دستگیری سے انسان تباہی کے گہرے کھڈ میں گرنے سے بچ سکتا ہے۔ غرض بنی نوع انسان کے لئے حضور ﷺ کا لایا ہوا نظام ہی آخری بھی ہے اور رحمتِ کامل بھی۔ اس دین کا آخری ہونا اس کے کامل ہونے کی اور اس کا رحمت ہونا اس کے دنیا بھر کے انسانوں کے لیے فلاح عامہ کا ضامن ہونے کی دلیل ہے۔ جب آپؐ ہی اس نظام کے لانے والے اور غالب کرنے والے ہیں تو پھر آپؐ ہی تنہا رحمۃ للعالمین ہیں۔ چونکہ دنیا اس نظام رحمت سے آپ ﷺ کی معرفت ہی آشنا ہوئی ہے، پھر چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف دین اسلام کو اپنے آخری پیغام کے طور پر اتارا ہے، اس لیے اب سارے زمانوں اور سارے جہانوں کے لئے سارے گروہوں، طبقوں، نسلوں اور علاقوں کے لیے بس آپؐ ہی رحمتِ کامل ہیں۔ اب آپؐ کے بعد دنیا کو کسی نئے انسان، نئے نبی اور نئے نظام کی ضرورت نہیں ہے۔ آپؐ کا تربیت دیا ہوا انسان جس کا مثالی نمونہ صحابہ کرام ؓ ہیں اور آپؐ کا پیش کیا ہوا نظام جو دین اسلام ہے، اس کے بعد کسی دوسرے نمونے کے انسان اور کسی دوسرے طرز کے نظام کی انسانیت کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ نظام انسانیت نظامِ رحمت ہے جو انسانیت کے لیے کامل اور کافی ہے۔''

''رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب''
سید اسعد گیلانی

الھدیٰ (642)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

عمل صالح اور پاکیزہ زندگی

سُورۃُ النّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 97 تا 100

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ وَ لَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾

فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَیۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ﴿۹۹﴾

اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَی الَّذِیۡنَ یَتَوَلَّوۡنَهٗ وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِکُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾

آیت ۹۷ ﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ﴾ ’’جس کسی نے بھی نیک عمل کیا‘ خواہ وہ مرد ہو یا عورت‘ بشرطیکہ ہو وہ مؤمن تو ہم اسے (دُنیا میں) ایک پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔‘‘

ایسے لوگ بے شک دنیا میں روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کریں مگر انہیں سکونِ قلب کی دولت نصیب ہوگی‘ ان لوگوں کے دل غنی ہوں گے‘ کیونکہ حضورﷺ کا فرمان ہے: ((اَلْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ)) کہ اصل امیری تو دل کی امیری ہے۔ اگر انسان کا دل غنی ہے تو انسان واقعتاً غنی ہے اور اگر ڈھیروں دولت پا کر بھی دل لالچ کے پھندے میں گرفتار ہے تو ایسا شخص دراصل غنی یا امیر نہیں‘ فقیر ہے۔ چنانچہ نیکوکار انسانوں کو دُنیوی زندگی میں ہی غنا اور سکونِ قلب کی نعمت سے نوازا جائے گا‘ کیونکہ یہ نعمت تو ثمرہ ہے اللہ کی یاد کا: ﴿اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۸﴾﴾ (الرعد) ’’آگاہ رہو! دل تو اللہ کے ذکر ہی سے مطمئن ہوتے ہیں‘‘۔ ایسے لوگوں کا شمار اللہ کے دوستوں اور اولیاء میں ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ خصوصی شفقت کا معاملہ فرمایا جاتا ہے اور انہیں حزن وملال کے سایوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے: ﴿اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾﴾ (یونس) ’’آگاہ رہو! یقیناً اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘

﴿وَ لَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾﴾ ’’اور (آخرت میں) ہم انہیں ضرور دیں گے ان کے اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق۔‘‘

آیت ۹۸ ﴿فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ﴿۹۸﴾﴾ ’’تو جب آپ قرآن پڑھیں تو اللہ کی پناہ طلب کر لیجیے شیطانِ مردود سے۔‘‘

اس حکم کی رو سے قرآن کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا ضروری ہے۔

آیت ۹۹ ﴿اِنَّهٗ لَیۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ﴿۹۹﴾﴾ ’’اس کا کچھ بھی زور نہیں چلتا ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں اور جو اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔‘‘

آیت ۱۰۰ ﴿اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَی الَّذِیۡنَ یَتَوَلَّوۡنَهٗ وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِکُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾﴾ ’’اُس کا زور تو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور جو اس کو (اللہ کے ساتھ) شریک ٹھہرانے والے ہیں۔‘‘

شیطان کا زور انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اُس کو اپنا رفیق اور سرپرست بنا لیتے ہیں اور اللہ کی اطاعت کے بجائے اُس کی اطاعت کرتے ہیں۔ گویا اس کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا لیتے ہیں‘ یا اُس کے بہکانے سے دوسری ہستیوں کو اللہ کا شریک بنا لیتے ہیں۔

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

21 تا 27 ربیع الاوّل 1436ھ — جلد 24
13 تا 19 جنوری 2015ء — شمارہ 02

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-36293939
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

ناک کٹی جمہوریت سیکولرازم کی راہ پر گامزن

چند ہفتے پہلے جب عمران خان اور طاہر القادری اسلام آباد کے ڈی چوک میں اپنے اپنے کنٹینر پر کھڑے تھے، اسلام آباد میں روزمرہ زندگی معطل ہو چکی تھی۔ اس وقت سپریم کورٹ کے جج بھی اپنی عدالت میں لمبا چکر کاٹ کر پہنچتے تھے۔ سفارتی سطح پر پاکستان بیرونی دنیا سے کٹ چکا تھا۔ یہاں تک کہ چین جیسے دوست ملک کے صدر کا دورہ بھی ملتوی کرنا پڑا۔ حکومت ہراساں تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی بھی وقت ایمپائر کی انگلی اٹھ سکتی ہے۔ کسی وقت بھی ''میرے ہموطنو!'' جیسی آواز میڈیا پر گونجے گی اور بھاری بوٹ ایک بار پھر جمہوریت کو بُری طرح مسل کر رکھ دیں گے۔ اندرون خانہ کیا معاملات چل رہے تھے اس سے قطع نظر، ظاہری طور پر جو کچھ ہوا وہ یہ تھا کہ ''باغی'' نے ایک بار پھر بغاوت کی اور پانسا پلٹ دیا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ باغی نے جمہوریت کے عشق میں اسمبلی کی رکنیت اور اپنی پارٹی کی صدارات قربان کی یا بمطابق ہمدردانِ تحریک انصاف وہ آغاز سے ہی planted تھا یا وہ کسی سودا بازی کا شکار ہوا۔ واللہ اعلم۔ بہر حال حکومت نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلا لیا۔ اس اجلاس میں حکومت اور اپوزیشن کے ممبران نے جمہوریت کے عشق میں جو کچھ کہا وہ سننے کے قابل تھا۔ اور جس طرح جمہوریت کے چرنوں میں تن من دھن قربان کرنے کے دعوئے کیے گئے، اُس پر بھارت کی سب سے بڑی، برطانیہ کی سب سے پرانی اور امریکہ کی سب سے طاقتور جمہوریت سب ہیچ اور کمتر محسوس ہو رہی تھیں۔ اور پاکستان جمہوریت کا باوا آدم نظر آ رہا تھا۔ پاکستان کی تاریخ کے اس طویل ترین مشترکہ اجلاس میں حکومت اور اپوزیشن کی پُرجوش اور ولولہ انگیز تقاریر سن کر ہمیں لگ رہا تھا کہ جمہوریت کی اصل تعریف تو یہ ہے ''وہ عوامی راج جو پاکستان میں ہے، پاکستان کے لئے ہے اور پاکستان سے ہے۔'' قصہ کوتاہ دس بارہ روز کی تقاریر سے عوامی تاثر یہ تھا کہ یوں تو کسی کو چڑیل نہیں چمٹی، جیسے حکومت اور اپوزیشن کو جمہوریت چمٹی ہوئی ہے۔ اور شاید اُنہیں اب کبھی الگ نہیں کیا جا سکے گا۔

لیکن پھر کیا ہوا؟ جیسے 16 دسمبر 1971ء کو بھارت اور اُس کی تیار کردہ مکتی باہنی نے مشرقی پاکستان میں درندگی کا مظاہرہ کیا تھا، تینتالیس سال بعد اسی تاریخ کو ایسی ہی درندگی کا مظاہرہ پشاور میں ہوا اور ایک سو چونتیس معصوم بچوں کو وحشیانہ طریقے سے شہید کر دیا گیا۔ بچے بچے ہوتے ہیں اور اُن کی معصومیت کو دین و دنیا کے قانون میں تسلیم کیا جاتا ہے چاہے ڈومہ ڈولہ کے ہوں یا فوجی افسروں کے۔ اُن کے قاتل مسلمان تو کجا انسان کہلانے کے بھی قابل نہیں ہیں۔ ایسی حرکات کے ارتکاب سے یقیناً انسانیت شرمندہ ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کا ماضی اور حال ایسے واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ بہر حال پاکستان میں ہر چھوٹے بڑے نے سانحۂ پشاور پر جذباتی ردِعمل کا اظہار کیا اور یہ توقع کے عین مطابق تھا۔ فوج تو اس حادثہ کا شکار ہوئی تھی، سیاسی سطح پر بھی طوفان برپا ہو گیا۔ سیاسی اور عسکری قیادت سر جوڑ کر بیٹھ گئی۔ یہاں تک کہ عمران خان جو چوبیس گھنٹے پہلے یہ کہہ رہے تھے کہ مطالبات تسلیم نہ ہوئے تو بقیہ ساری زندگی کنٹینر پر گزار دوں گا، فوری طور پر دھرنا چھوڑ کر حکومت کی بلائی ہوئی

APC میں جا بیٹھے۔ طویل مشاورت ہوئی لیکن اس مشاورت اور مفاہمت سے برآمد کیا ہوا؟ صرف فوجی عدالتیں۔ حیرت ہے کہ وہ سیاست دان جو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں جمہوریت کے صدقے واری جارہے تھے اور پارلیمنٹ کی خدائی کا دعویٰ کر رہے تھے وہ بڑے بڑے کلہاڑے لے کر بیچاری جمہوریت پر چڑھ دوڑے اور پارلیمنٹ کا وہ حشر کیا کہ نائن الیون کو ٹوئن ٹاورز کا نہیں ہوا ہوگا۔ فوجی عدالتوں کے قیام کا اعلان کر دیا گیا اور عام عدالتیں کیا سپریم کورٹ جس کا ترجمہ ہم عدالت عظمیٰ کرتے ہیں اُسے بھی آئینی اور قانونی طور پر کہہ دیا گیا کہ تمہاری کیا اوقات ہے، تم فوجی افسروں کے فیصلوں کی سماعت بھی نہیں کرسکو گے۔ جمہوریت کے تین ستون ہوتے ہیں: عدلیہ انتظامیہ اور مقننہ۔ انتظامیہ اور مقننہ نے مل کر عدلیہ پر خودکش حملہ کیا اور اب تینوں شدید زخمی حالت میں پڑے ہیں اور فوج کی طرف رحم طلب نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں اس صورت حال پر ایک نوجوان نے جنہیں اُس کے گھر والے بھی سیاسی طور پر نابالغ قرار دے کر سیاسی وراثت سے شاید عاق کر چکے ہیں (ہماری مراد بلاول بھٹو ہے) بہت اچھا تبصرہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ پارلیمنٹ نے ناک کٹوالی ہے۔ ہم صرف اس میں یہ اضافہ کریں گے کہ ناک صرف پارلیمنٹ کی نہیں، جمہوریت کی بھی کٹی ہے کہ وہ دہشت گردی کو روکنے میں بُری طرح ناکام ہوئی ہے، فوجی عدالتیں قائم کر کے جس کا اعتراف بھی کر لیا گیا۔ بہرحال ہمارے سیاستدان بڑے باذوق اور اعلیٰ ظرف کے مالک ہیں۔ لہٰذا وہ اسے بھی جمہوریت کا حسن قرار دے سکتے ہیں۔

اب آیئے، اس عجیب وغریب ترمیم کی طرف جو صرف بیالیس سال کے عرصہ میں کی جانے والی آئینی ترامیم میں اکیسویں نمبر پر سامنے آئی ہے۔ اس کے چیدہ چیدہ نکات ہم قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں:

(1) صرف مذہب کا نام لے کر ہتھیار اٹھانے والوں کا مقدمہ فوجی عدالت میں پیش کیا جائے گا

(2) آرمی ایکٹ میں ترمیم سے فوجی عدالت اور اس کے فیصلوں کو سپریم قرار دے دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ ان فیصلوں کے خلاف کسی بھی عدالت حتی کہ سپریم کورٹ میں بھی اپیل نہیں ہوسکتی اور اب سویلین بھی ملٹری کورٹس میں پیش ہوں گے۔

(3) صرف دہشت گرد ہی نہیں بلکہ ان کی مالی، اخلاقی یا کسی نوعیت کی امداد بھی قابل گرفت ہوگی۔ ایسے تمام افراد کا مقدمہ فوجی عدالت میں چلے گا۔

(4) دنیا بھر میں استغاثہ ملزم کو مجرم ثابت کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہاں الٹی گنگا بہتی ہے۔ فوجی عدالت میں پیش ہونے والا ہر شخص مجرم تصور ہوگا جب تک وہ خود کو معصوم ثابت نہ کر دے۔

(5) مقدمہ کی کارروائی بند کمرہ میں ہوگی۔ مدعا علیہ کو بھی قانونی اعانت فوج مہیا کرے گی۔ یعنی وہ اپنی مرضی کا وکیل بھی نہیں کرسکے گا اور تمام جج بھی فوجی ہوں گے۔

(6) POP یعنی Protection of Pakistan بل جو اب قانون کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، اُسے بھی اس ترمیم کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ یعنی تمام شہری حقوق سلب کر لئے گئے ہیں۔

(7) یہ ترمیم دو سال کے لئے ہے۔ اُس کے بعد خود بخود ختم ہو جائے گی۔ لیکن قومی اسمبلی میں سادہ اکثریت سے اس کی مدت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ (بالفاظ دیگر یہ اب جان چھوڑنے والی نہیں۔)

اس آئینی ترمیم کا پہلا نکتہ ہی ترمیم کرنے والوں کی نیت جاننے کے لئے کافی ہے کہ یہ درحقیقت مذہب کی بات کرنے والوں کے خلاف کریک ڈاون کا آغاز ہے اور اس ترمیم سے لسانی اور علاقائی بنیادوں پر دہشت گردی کرنے والوں کے حوصلے بڑھیں گے۔ کیونکہ بین السطور اُنہیں لائسنس ٹو کِل (licence to kill) دے دیا گیا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کے تمام جمہوریت پسندوں اور انسانی حقوق کے علمبرداروں نے حکومت پاکستان کو اس ترمیم پر مبارک باد دی ہے اور خوشی کا اظہار کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں عالمی اسلام دشمن قوتوں کا ایجنڈا کھل کر سامنے آگیا ہے اور وہ پاکستان کے حکمرانوں کو سیکولرازم کی راہ پر ڈالنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ملحد سرمایہ دارانہ نظام نے جو انسان کے استحصال کے حوالہ سے تاریخ کا بدترین نظام ہے دنیا کو جمہوری طرز حکومت بڑا خوشنما اور دیدہ زیب بنا کر پیش کیا ہے اور اُسے ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہوئے الحاد اور خدا دشمن تہذیب کو دنیا بھر میں مسلط کر رہا ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ مسلط کر چکا ہے۔ یہ نظام ایسا معاشی نظام قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے، جس سے اقلیت اکثریت کا خون نچوڑتی ہے۔ یہ اکثریت کوہلو کے بیل کے طرح جُتی رہتی ہے اور اس کی محنت کا پھل اقلیت کھاتی ہے اور دوسری طرف ایسا معاشرتی نظام قائم کر دیا ہے، جس سے خاندان اور خاندانی زندگی کا تصور تہس نہس ہو گیا ہے۔ عریانی اور بے حیائی کو فیشن اور جدیدیت کا سمبل بنا دیا گیا ہے اور چونکہ مذہب خصوصاً اسلام اس کے راستے کی رکاوٹ بنتا ہے، لہٰذا یہ سب کچھ مذہب کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے کیا جا رہا ہے اور اس حوالہ سے مسلمان ممالک کو فوکس کیا گیا ہے۔ عراق، افغانستان اور لیبیا پر حملہ کر کے مغرب مذموم عزائم کی تکمیل کر رہا ہے اور مصر میں فوج کو اس ملحدانہ ایجنڈے کی تکمیل پر لگا دیا گیا ہے اور اب پاکستان کی باری آ چکی ہے۔ دینی جماعتیں اِس کے خلاف کھل کر میدان میں نہ نکلیں تو خاکم بدھن پاکستان دوسرا مصر یا لیبیا بن سکتا ہے۔

ایمان بالرسالت کی اہمیت اور تکذیب حق کا انجام

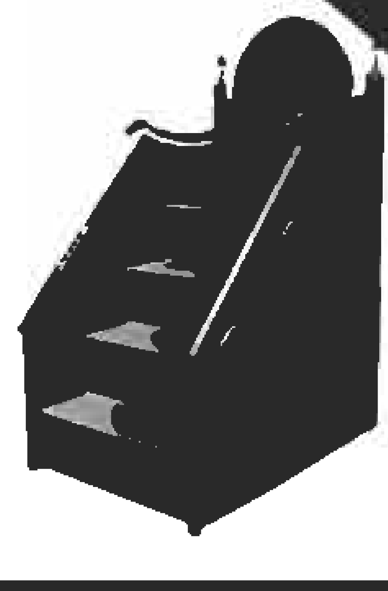

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 2 جنوری 2015ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: محبوب الحق عاجز

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! ابھی آپ نے سورۃ التغابن کی آیات 6,5 کی تلاوت سماعت فرمائی۔ اس سورۂ مبارکہ کا اصل موضوع ''ایمان'' ہے۔ یہ سورت دو رکوعوں پر مشتمل ہے۔ پہلے رکوع کا تعلق ایمانیات سے ہے۔ اور اس میں ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرۃ کا ذکر ہے۔ دوسرے رکوع کو پڑھ کر بہ ظاہر محسوس ہوتا ہے کہ شاید اس کا تعلق ایمانیات سے نہیں ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے اور تدبر کی نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا بھی ایمانیات سے تعلق ہے۔ بایں معنی کے اس میں اُس تبدیلی کا ذکر ہے جو ایمان کے نتیجے میں انسان کی سوچ اور نقطہ نظر میں واقع ہونی چاہیے، اور اُن نتائج اور رویوں کا تذکرہ ہے جو ایمان کے نتیجے میں آدمی کی شخصیت کے اندر پیدا ہونے ضروری ہیں۔ بہرحال یہ سورۂ مبارکہ ایمان کے موضوع پر بہت جامع سورت ہے۔

اس سورت کی پہلی چار آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات کمال کا ذکر ہے۔ اللہ کی ہستی وہ ہے کہ انسان کی فطرت اُسے پہچانتی ہے۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے۔ اس کے اندر جو خاص چیز ڈالی گئی ہے وہ روح ربانی ہے۔ اس کی بنا پر وہ اپنے رب کو پہچانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم سے بہت پہلے عالم ارواح میں انسان سے اپنی ربوبیت کا عہد لے لیا تھا۔ چنانچہ بالقوۃ (potentially) ہر انسان اندر سے اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ حدیث کے مطابق ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ اس کے والدین ہیں جو اسے یہودی، مجوسی یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔ انسان کے فکر و نظر اور عقیدہ میں جو بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے، وہ دراصل غلط ماحول اور تربیت کی وجہ سے ہوتا ہے، ورنہ ہر انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اسی فطرت کا ایک مظہر یہ ہے کہ انسان خیر اور شر کو پہچانتا ہے۔ یہ فرق حیوانات میں نہیں ہے۔ کسی کے کام آنا، کسی کی مدد کرنا، اپنا پیٹ کاٹ کر بھی دوسرے کو اپنی روٹی میں سے کچھ دے دینا، یہ اسی فطرت کا ایک حصہ ہے، ورنہ حیوانی وجود کے اندر تو ٹوٹل خود غرضی ہے۔ اسی طرح نفس لوامہ بھی فطرت کا حصہ ہے، جو کسی دوسرے کا حق مارنے یا کسی پر زیادتی کرنے پر اندر کچوکے لگا رہا ہوتا ہے کہ تم نے یہ کام غلط کر دیا ہے، تمہیں اس کا حق نہیں تھا۔

جس شخص کی بھی فطرت صالح ہو اور مسخ نہ ہو گئی ہو، اُس تک جب نبی کی دعوت پہنچتی ہے، تو وہ فوراً لپک کر اُسے قبول کرتا ہے۔ کیونکہ وہ محسوس کرتا ہے کہ یہ تو میری اپنی فطرت کی پکار ہے۔ اگر کسی شخص تک نبی کی دعوت نہ بھی پہنچے تب بھی اس کائنات کے اندر اللہ کی نشانیاں جابجا موجود ہیں۔ ہر شخص اس بات کا مکلف ہے کہ وہ ان پر غور کر کے توحید تک پہنچے اور خدائے واحد کو مانے۔

ایمان باللہ سب سے بنیادی ایمان ہے، لیکن ایمان باللہ بھی وہ مطلوب ہے جس کی خبر رسولوں نے دی ہے۔ اگر فطرت مسخ نہ ہو گئی ہو تو انسان غور و فکر کے نتیجے میں توحید تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اس بات کا ادراک کر لیتا ہے کہ کائنات کی خالق و مالک ایک ہی ہستی ہے۔ اس کی قدرت، اس کا علم، اس کی صناعی، اس کی خلاقی بے مثل ہے۔ وہ رحمان و رحیم ہے۔ اُسی نے یہ ساری کائنات تخلیق کی اور وہی اُس کا نظام چلا رہا ہے۔ یہ ساری چیزیں ٹھیک ہیں، لیکن تفصیلی ایمان ہمیں ایمان بالرسالت کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اصل مطلوب یہی ہے کہ اللہ پر اُن تفصیلات کے ساتھ ایمان لایا جائے جو کہ رسولوں نے دی ہیں، اور آسمانی ہدایت کی پیروی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو زمین پر بھیجا تو یہ اصولی ہدایت بھی دے دی تھی کہ ﴿فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ مِّنِّیۡ هُدًی فَمَنۡ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝﴾ (البقرہ:38) ''جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔'' انسان کو زمین پر آزمائش و امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے۔ شیطان انسان کا دشمن ہے، جو اُسے اس امتحان میں ناکامی سے دوچار کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا ابتدا ہی میں انسان کو بتا دیا گیا کہ اپنے دشمن سے چوکنے رہنا اور تمہارے پاس جب بھی میری طرف سے ہدایت آئے، اُس کی پیروی کرنا، اس سے تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہیں زندگی کیسے گزارنی ہے۔ ایمان اور ایمانی زندگی کی تفصیل ہمیں رسالت سے معلوم ہوتی ہے۔

ایمان کو جب کھولتے ہیں تو اس میں سے کئی ایمان برآمد ہوتے ہیں۔ ہمارے اسلاف نے ایمان مجمل کی جو تعریف کی ہے اس میں صرف ایک اللہ پر ایمان کا ذکر ہے

((آمنتُ باللہ کما ھو باسمائِہٖ و صفاتہ و قبلت جمیع احکامہٖ اقرارٌ باللسان و تصدیق بالقلب)) لیکن ایمان مفصل میں سارے ایمانیات کاذکر ہے کہ ((آمنت باللّٰہ و ملائکتہٖ و کتبہ و رسلہٖ والیوم الآخر والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت))

رسالت کیا ہے؟ رسالت دراصل اللہ کی طرف سے آنے والی ہدایت کی ترسیل اور ابلاغ کا ادارہ ہے، جو اللہ نے قائم کیا اور یہ اللہ کی طرف سے انسانوں کی راہنمائی کے لیے ہے۔ اللہ نے انسان کو دنیا میں جس امتحان میں ڈالا ہے، اس میں کامیاب ہونے کے لئے اُسے راہنمائی درکار ہے۔ رسالت کے ذریعے اسی رہنمائی کے بہم پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ ادارہ رسالت کے بارے میں سورۃ الحج میں فرمایا گیا: ﴿اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ﴾ (آیت:75) ”اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب کر لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔“ سورۃ الحدید میں فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۝﴾ (آیت:33) ”اللہ نے آدم اور نوح اور خاندان ابراہیم اور خاندان عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں منتخب فرمایا تھا“۔ سلسلہ رسالت کی بنیادی طور پر دو کڑیاں ہیں۔ ایک کڑی ہیں رسول ملک، جو اللہ کا پیغام رسول بشر تک پہنچاتے ہیں۔ اور دوسری کڑی ہیں رسول بشر، جو اس پیغام کو آگے لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ رسول ملک کی طرح رسول بشر کا تقرر بھی اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ سلسلۂ نبوت ورسالت کی آخری کڑی حضرت محمد رسول ﷺ کی ہستی ہے۔ آپؐ کی ذات گرامی پر نبوت اور رسالت اپنے نقطۂ کمال کو پہنچ گئی۔ چنانچہ نبوت ورسالت کا دروازہ ابدالاباد تک کے لئے بند کر دیا گیا۔ رسالت بہت بڑی رحمت ہے اور آپؐ رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسلؑ کے ذریعے لوگوں پر راہ ہدایت واضح کر دی، لیکن اس کے بعد انسانوں کو کھلا چھوڑ دیا کہ چاہیں تو اللہ کی شکر گزاری کریں، اور چاہیں تو کفران نعمت کی روش اپنائیں۔ لیکن یہ بات اُن پر واضح کر دی کہ اُن کی اچھی یا بُری روش اور قول و عمل کا نتیجہ بہرحال آخرت میں نکلے گا۔ وہاں ہر شخص اپنے کئے کے مطابق جزا یا سزا پائے گا۔

زیر درس سورت کی آیت نمبر 5 میں حق کی تکذیب کرنے والوں کو ڈرایا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَبَؤُا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ۫ فَذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِہِمۡ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۝﴾ (التغابن:5)

”کیا تم کو ان لوگوں کے حال کی خبر نہیں پہنچی جو پہلے کافر ہوئے تھے تو انہوں نے اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ لیا اور (ابھی) دکھ دینے والا عذاب (اور)

پریس ریلیز 7 جنوری 2015ء

آئین میں اکیسویں ترمیم کر کے پاکستان کو سیکولرازم کی راہ پر ڈال دیا گیا

بلوچستان میں نام نہاد آزادی کے نام پر دہشت گردی اور کراچی میں ٹارگٹ کلرز کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے

حافظ عاکف سعید

آئین میں اکیسویں ترمیم کر کے ملک کو سیکولرازم کی راہ پر ڈال دیا گیا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے جے یو آئی (ایف) اور جماعت اسلامی کے اس موقف کی بھرپور تائید کی کہ دہشت گردی کو مذہب سے منسلک کرنا اور صرف مذہب اور فرقہ کی بنیاد پر ہتھیار اٹھانے والوں کے لئے خصوصی قانون بنانا امتیازی سلوک ہے اور ایک ریاست کے شہریوں کو تقسیم کرنے کے مترادف ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ معصوم جانوں سے کھیلنا اور خون خرابہ کرنا سنگین جرم ہے چاہے مذہب کے نام پر کیا جائے اور چاہے غیر مذہبی بنیادوں پر ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ بلوچستان میں نام نہاد آزادی کے نام پر دہشت گردی کرنے والوں اور کراچی میں ٹارگٹ کلنگ کرنے والوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ دینی مدارس کو خاص طور پر ٹارگٹ کر کے اسلام دشمن قوتوں کو خوش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ ملک جو اسلام کے نام پر بنا تھا اور تحریک پاکستان جس کے دوران جس پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ بتایا گیا تھا اُس میں اس طرح کی قانون سازی ملک کے بنیادی نظریہ کے خلاف ہے۔ اُنہوں نے مطالبہ کیا کہ نیا قانون بلا استثنا ہر قسم کی دہشت گردی کے خلاف بنایا جانا چاہیے، وگرنہ اس ترمیم کو واپس لیا جائے۔

پریس ریلیز 9 جنوری 2015ء

دینی جماعتیں صرف اکیسویں ترمیم کو فوکس نہ کریں بلکہ پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ اور شرعی عدالتوں کے قیام کے لئے ایک تحریک برپا کریں

اچھے اور بُرے دہشت گرد کی تقسیم نا قابل فہم ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن کے اس موقف سے صدفی صد اتفاق کیا کہ ملک کو سیکولرازم کی راہ پر ڈالا جارہا ہے۔ اور اس حوالہ سے ملک میں امتیازی قانون سازی کی جارہی ہے۔ اُنہوں نے ملک گیر کنونشن کے انعقاد کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ دینی جماعتوں کو صرف اکیسویں ترمیم کو فوکس نہیں کرنا چاہیے بلکہ پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ اور شرعی عدالتوں کے قیام کے لئے ایک تحریک برپا کرنا ہوگی۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست نہ بنایا گیا تو اُس کو سیکولر ملک بننے سے نہیں روکا جا سکے گا۔ ہمیں اس حوالہ سے دفاعی نہیں بلکہ غیر مسلح جارحانہ اقدام کرنا ہوں گے۔ اس لئے کہ ملکی اور غیر ملکی سیکولر عناصر کے عزائم انتہائی خطرناک ہیں۔ اُنہوں نے جرمنی میں اسلام مخالف ریلیوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ درحقیقت مغرب اسلاموفوبیا کا شکار ہو چکا ہے۔ دینی جماعتیں اور تحریکیں اگر متحد ہو کر مقابلے کے لئے میدان میں نہ نکلیں تو یہ عناصر اپنے مذموم عزائم میں (خدانخواستہ) کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اُنہوں نے حکمرانوں پر زور دے کر کہا کہ وہ سیکولر عناصر کی ریشہ دوانیوں کا شکار نہ ہوں اور پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنائیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

ہونا ہے۔‘‘

ہر دور میں قوموں کے پاس رسول آئے اور وہ لوگوں کو حق کی دعوت دیتے رہے اور اُن تک اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے۔ جب قوم نے تکذیب کی روش اپنائی اور حق کی مخالفت اور دشمنی پر ہی جازم رہی تو انجام یہ ہوا کہ بالآخر تباہ کر دی گئی۔ البتہ اس تباہی اور ہلاکت سے وہ چند لوگ بچائے گئے جو رسولوں پر ایمان لائے اور جنہوں نے اُن کی تعلیمات کے مطابق زندگی کا سفر شروع کر دیا تھا۔ جھٹلانے والوں کے لئے دنیا میں ہلاکت تو محض دنیا کا عذاب تھا۔ اُن کے لئے اصل عذاب آخرت میں ہوگا، جو نہایت ہی دردناک ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنٰتِ﴾ (التغابن)

’’یہ اس لئے کہ ان کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے۔‘‘

ذٰلِكَ اشارہ ہے اُس عذاب کی طرف جو دنیا میں انہیں ملا اور آخرت میں بھی انہیں ملے گا۔ اِس عذاب کی علت اُن کا کفر ہے جو انہوں نے اس لئے اختیار کیا کہ انہوں نے ایک بشر کو ہادی ماننے سے انکار کر دیا۔

﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ز فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ o﴾ (التغابن:6)

’’تو یہ کہتے کہ کیا آدمی ہمارے ہادی بنتے ہیں؟ تو انہوں نے (ان کو) نہ مانا اور منہ پھیر لیا اور اللہ نے بھی بے پروائی کی۔ اور اللہ بے پروا (اور) سزاوار حمد (وثنا) ہے۔‘‘

جھٹلانے والے جانتے تھے کہ اگر ہم رسول کی دعوت کو قبول کرلیں گے تو ہمیں بہت کچھ غلط طور طریقے چھوڑنا پڑیں گے۔ پھر ’’بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست‘‘ والا فلسفہ ذہن سے کھرچنا پڑے گا۔ نبی کی دعوت مان لینے کے بعد قدم قدم پر یہ دیکھنا پڑے گا کہ کیا چیز اللہ کو پسند ہے اور کیا ناپسند ہے۔ اور یہ چیز اُن پر بہت بھاری تھی لہٰذا انہوں نے دعوت حق ہی کا انکار کر دیا۔ اور انکار کے لئے بہانہ یہ بنایا کہ ہم اپنے جیسے انسان کو ہادی کیسے مان لیں۔ ہم اپنی طرح کے بشر کی یہ بات کیسے تسلیم کرلیں کہ میں اللہ کا نمائندہ ہوں، میرے پاس اللہ کا فرشتہ اللہ کا پیغام لے کر آتا ہے، اور میں وہ پیغام تمہیں دے رہا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ اگر اللہ کو کوئی رسول بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتے کو بنا کر بھیج دیتا۔ پھر ہم اُسے ضرور مان لیتے۔ ہم یہ اقرار کر لیتے کہ ہاں یہ اللہ کا نمائندہ آیا ہے۔ لیکن وہ شخص جس کا لڑکپن، جس کی جوانی، سب ہمارے سامنے ہے، ہم اس کی رسالت کیسے تسلیم کرلیں۔ قرآن نے ایک اور جگہ اس کا جواب دیا ہے کہ اگر فرشتہ رسول بن کر آتا اور نمونہ بن کر دکھاتا، تو پھر یہ کہہ دیتے کہ یہ تو فرشتہ ہے، تب ہی اس طرح کے کام کر رہا ہے۔ انسان تو یہ کام نہیں کر سکتے۔ پس انسان پر حجت اور دلیل انسان ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں انسانوں ہی میں رسول بنا کر بھیجتا رہا ہے۔ رسول شریعت کے مطابق زندگی گزارتے اور لوگوں کے لئے کامل نمونہ بنتے تھے۔ اگرچہ رسول بھی بشر ہوتے ہیں، تاہم اُن میں اور باقی لوگوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ رسولوں کو ایک بہت اونچے کام لیے چنا جاتا ہے، اور اُن کی طرف وحی آتی ہے۔ آیت کے آخر میں یہ بات بھی واضح کر دی کہ اگر تم ایمان لاؤ گے تو ایسا نہیں ہے کہ اس سے اللہ کی حکومت میں کوئی اضافہ ہو جائے گا۔ اس کی تحمید اور تسبیح میں تو کائنات کا ذرہ ذرہ مشغول ہے۔ تمہارے چند افراد کے ایمان نہ لانے سے کوئی فرق واقع نہ ہوگا۔ کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ محتاج تو تم ہو۔ قرآن ایک اور مقام پر کہتا ہے کہ اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو۔ اللہ تو غنی ہے۔ اُسے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور وہ حمید ہے۔ سب اس کی حمد کر رہے ہیں۔ اُس کی حمد آپ سے آپ ہو رہی ہے۔ اس آیت کے حوالے سے والد محترمؒ ایک بڑا خوبصورت نکتہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ سابقہ بہت سی قوموں نے رسولوں کا انکار اُن کی بشریت کی بنیاد پر کیا۔ انہوں نے رسول کو اس لئے نہیں مانا کہ یہ تو ہمارے جیسے بشر ہیں۔ اور ہم مسلمانوں نے آج یہ کیا کہ آنحضورﷺ کو رسول مانا، مگر ہم میں سے بعض سرے سے اس بات کے منکر ہو گئے کہ وہ بشر تھے۔ گویا مرض ایک ہی ہے کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا، اور رسول بشر نہیں ہو سکتا۔ ہاں شکل مختلف ہے۔ آنحضورﷺ ہدایت کا ایک خورشید تاباں ہیں۔ تاہم آپؐ بشر ہیں۔ آپؐ عبداللہ کے بیٹے اور عبدالمطلب کے پوتے ہیں۔ بلاشبہ آپؐ اپنی جگہ نور کامل ہیں، لیکن آپؐ کی بشریت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ایمان بالرسالت کے ذکر کے بعد اب آخرت کا تذکرہ ہے اور یہاں یہ زیادہ تفصیل سے آیا ہے۔ ایمان بالآخرۃ کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دوسرے ایمانیات سے زیادہ مشکل ہے۔ اس لیے کہ آج تک کوئی شخص مر کر دوبارہ زندہ نہیں ہوا جو آکر یہ بتائے کہ ہاں مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا۔ اور حساب کتاب دینا ہے۔ جو آدمی مر جاتا ہے بظاہر اس کے اجزاء بھی تحلیل ہو جاتے ہیں، اس کے خلیات بھی مٹی میں دفن ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایمانیات میں سے سب سے زیادہ انکار آخرت کا کیا جاتا رہا ہے۔ قرآن حکیم میں کفار عرب کا قول نقل ہوا ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ o﴾ (النمل:67) ’’اور جو لوگ کافر ہیں کہتے ہیں جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر (قبروں سے) نکالے جائیں گے۔‘‘ یہ ہے انکار آخرت کا معاملہ۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان بالآخرۃ کے لئے ایک دلیل خود ہماری فطرت کے اندر موجود ہے۔ انسانی ضمیر میں صحیح اور غلط کا شعور ودیعت کیا گیا ہے۔ لیکن عام مشاہدہ یہ ہے کہ دنیا میں جو لوگ ضمیر کی آواز پر کان دھرتے ہیں، وہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ ضمیر کے بتائے ہوئے اصولوں کو توڑتے اور دوسروں پر ظلم کرتے ہیں، وہ یہاں عیش کرتے ہیں۔ اُن کو اپنے کئے کی سزا نہیں ملتی۔ سزا ملے بھی تو وہ اُن کے جرم کے بقدر نہیں ہو سکتی۔ یہاں جو بڑے بڑے ظالم ہیں جیسے ہٹلر اور چنگیز خان کہ جنہوں نے لاکھوں افراد کو قتل کیا، ان کو ایک بار پھانسی دے دینے سے اُن کی سزا پوری نہیں ہو سکتی۔ پوری سزا انہیں آخرت ہی میں ملے گی۔ اگر آخرت نہ ہوتی تو پھر یہ کائنات اندھیر نگری ہوتی۔ اس لئے کہ یہ دنیا اخلاقی اصولوں کے اعتبار سے نامکمل ہے۔ اگر یہ مکمل ہوتی تو دنیا میں اعمال کے نتائج ضرور نکلتے۔ جن لوگوں نے ضمیر کی آوز پر لبیک کہتے ہوئے زندگی گزاری، ان کے لیے یہاں ریوارڈ ہوتا اور جنہوں نے انسانیت پر ظلم کے پہاڑ توڑے، ان کے لیے بدترین سزا ہوتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسا نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس لئے عقل ایک اور عالم کا تقاضا کرتی ہے، جہاں ہر شخص کو اس کے اچھے بُرے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔ قرآن حکیم نے سورۃ القیامہ میں اسی بات کو اثبات آخرت کے لئے دلیل بنایا ہے۔ ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ o وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ o﴾ (آیات:1,2) ’’ہم کو روز قیامت کی قسم اور نفس لوامہ کی (کہ سب لوگ اٹھا کر) کھڑے کئے جائیں گے۔‘‘ انسان کے اندر ضمیر جو اُسے بُرے کاموں پر ملامت کرتا ہے، اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت آکر رہے گی۔

ایمان بالآخرۃ انسان کے عمل اور رویے پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی شے ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی سے گفتگو ان شاء اللہ آئندہ ہوگی۔

گھمبیر مسائل اور سیرتِ رسول ﷺ

انور غازی

آج امت مسلمہ نے اجتماعی طور پر دین محمدیؐ کے بہت سے حصوں کو ناقابل عمل سمجھ کر معطل کیا ہوا ہے۔ پوری دنیا میں کوئی ایک ایسا ملک نہیں جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہو کہ یہاں پر پورا دین زندہ ہے۔ زندگی کا ہر شعبہ وحی الٰہی کی تعلیمات کے مطابق چلایا جارہا ہے۔ عملاً تو یہ حالت گزشتہ دو صدیوں سے ہے، اب تو انتہا یہ ہوگئی کہ فکری ونظریاتی اعتبار سے بھی دین کی سرحدیں سمیٹ کر اس کو فقط عبادات کا دین بنا کر پیش کرنے کو بہت بڑا کمال سمجھا جارہا ہے۔ دین کو انفرادی معاملہ قرار دینے والے تمام لوگوں کی پوری کوشش اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ اسلام کی جامعیت کو دوسرے مذاہب کی طرح تنگ کر دیا جائے۔ دین اسلام کو غلبہ وتفوق سے محروم کر کے دیگر ادیان کی صف میں لاکھڑا کیا جائے، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ دین اسلام تو ایک مکمل ضابطۂ حیات کا نام ہے۔ سیرت رسول ﷺ میں اس کے تمام کلی اور جزوی پہلو موجود ہیں۔ اگر سنجیدگی سے سیرت پر عمل کرلیا جائے تو تمام مشکلات اور پیچیدہ مسائل حل ہوجائیں۔ آپؐ کی سیرت اور طریقے میں دنیا بھر کے گھمبیر اور مشکل مسئلوں کا قابل قبول حل موجود ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب کے سیاسی' مذہبی اور سماجی اسکالر، مفکرین، مورخین اور دانشور متفق ہیں کہ آپؐ کی ذاتِ اقدس میں وہ تمام خوبیاں، صفات اور صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں، جو کسی عالمی رہنما میں ہونی چاہئیں۔ آپؐ ماہر سپہ سالار تھے۔ جنگ اُحد اور بدر کی عسکری منصوبہ بندی پر آج بھی ماہرین جنگ انگشت بدنداں ہیں۔ آپؐ نے 12 سالہ مدت میں سو سے زیادہ جنگیں لڑی ہیں۔ لیکن ان میں مسلمانوں اور کفار کے صرف ایک ہزار 18 افراد قتل ہوئے۔ آپؐ بہترین منتظم تھے۔ آپؐ اپنی ذات میں ایک مکمل ادارہ تھے۔ سیاسی، سماجی، سربراہی ہر لحاظ سے اکمل تھے۔ اس کی شہادت ابوطالب سے لے کر مائیکل ہارٹ تک، ہرقل روم سے لے کر جان کیٹنگ تک، قریشی سردار سہیل سے لے کر روبوزول اسمتھ تک، چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ ڈاکٹر روون ولیمز سے لے کر کیرن آرم اسٹرانگ تک، ایلفرڈ کولیم، منٹگمری، ول ڈیوراں، سرولیم یور، جے ایچ ڈینیسن، جان ڈیون پورٹ دیتے ہیں۔ یہ اور ان جیسے بیسیوں یورپین اسکالر اور مستشرقین ہیں جو آپؐ کی شان اقدس میں مدح سرائی کرتے نظر آتے ہیں۔

علامہ اقبالؒ مسولینی سے ملے تو دوران گفتگو علامہؒ نے حضور ﷺ کی اس پالیسی کا ذکر کیا کہ شہر کی آبادی میں غیرضروری اضافے کے بجائے دوسرے شہر آباد کیے جائیں۔ تو مسولینی یہ سن کر بولا کہ شہری آبادی کی منصوبہ بندی کا اس سے بہتر حل دنیا میں موجود نہیں ہے۔ آج سے 14 سو سال پہلے آپؐ نے حکم دیا تھا مدینہ کی گلیاں کشادہ رکھو۔ گلیوں کو گھروں کی وجہ سے تنگ نہ کرو۔ ہر گلی اتنی کشادہ ہو کہ دو لدے ہوئے اونٹ آسانی سے گزر سکیں۔ آج دنیا 14 سو سال بعد اس حکم پر عمل کر رہی ہے۔ شہروں میں تنگ گلیوں کو کشادہ کیا جارہا ہے۔ آپؐ نے حکم دیا تھا مدینہ کے بالکل درمیان میں مرکزی مارکیٹ قائم کی جائے۔ آج کی تہذیب یافتہ دنیا کہتی ہے جس شہر کے درمیان مارکیٹ نہ ہو وہ ترقی نہیں کرسکتا۔ آپؐ نے کہا تھا یہ تمہاری مارکیٹ ہے۔ اس میں ٹیکس نہ لگاؤ۔ آج دنیا اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ مارکیٹ کو ٹیکس فری ہونا چاہیے۔ دنیا بھر میں ڈیوٹی فری مارکیٹ کا رجحان فروغ پارہا ہے۔ آپؐ نے ذخیرہ اندوزی سے منع کیا۔ آج دنیا اس حکم پر عمل کرتی تو خوراک کا عالمی بحران کبھی پیدا نہ ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا تھا سود اور سٹے سے نفع نہیں نقصان ہوتا ہے۔ آج عالمی مالیاتی بحران نے اس کی ٹھوس شہادت پیش کر دی ہے۔ آج ماحولیاتی آلودگی دنیا کا دوسرا بڑا مسئلہ ہے۔ عالمی درجہ حرارت بڑھ رہا ہے۔ گلیشئر پگھل رہے ہیں۔ گرمی بڑھ رہی ہے۔ یہ سب کچھ درختوں اور جنگلات کی کمی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ ایک شخص نے مدینہ کے بازار میں بھٹی لگالی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا: ''تم بازار کو بند کرنا چاہتے ہو؟ شہر سے باہر چلے جاؤ۔'' آج دنیا بھر میں صنعتی علاقے شہروں سے باہر قائم کیے جارہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے باہر محی النقیع نامی سیرگاہ بنوائی۔ وہاں پیڑ پودے اس قدر لگوائے کہ وہ تفریح گاہ بن گئی۔ گاہے گاہے رسول اللہ خود بھی وہاں آرام کے لئے تشریف لے جاتے۔ آج صدیوں بعد ترقی یافتہ شہروں میں پارک قائم کیے جارہے ہیں۔ آج کل شہریوں کی تفریح کے لئے ایسی تفریح گاہوں کو ضروری اور لازمی سمجھا جارہا ہے۔ آپؐ نے مدینہ کے مختلف قبائل کو جمع کر کے میثاق مدینہ تیار کیا۔ 52 دفعات پر مشتمل یہ معاہدہ دراصل مدینہ کی شہری حکومت کا دستور العمل تھا۔ اس معاہدے نے جہاں شہر کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کیا، وہیں خانہ جنگیوں کو ختم کر کے مضبوط قوم بنا دیا۔ آج ہمارا سب سے بڑا مسئلہ بھی خانہ جنگی ہے۔ مختلف شہر، صوبے اور ملک اس آگ میں جل رہے ہیں۔ اس آگ کو بجھانے کے لئے معاہدوں پر معاہدے ہو رہے ہیں۔ مدینہ میں مسجد نبویؐ کے صحن میں اسپتال بنایا گیا، تاکہ مریضوں کو جلد اور مفت علاج مہیا ہو۔ آج ترقی یافتہ ممالک میں علاج حکومت کی ذمہ داری سمجھا جاتا ہے۔ ماہانہ چیک اپ مفت کیے جاتے ہیں۔ مسجد نبویؐ کو مرکزی سیکرٹریٹ کا درجہ حاصل تھا۔ مدینہ بھر کی تمام گلیاں مسجد نبوی تک براہ راست پہنچتی تھیں، تاکہ کسی حاجت مند کو پہنچنے میں دشواری نہ ہو۔ آج ریاست کے سربراہ اعلیٰ کی رہائش گاہ میں اس بات کا خصوصی خیال رکھا جاتا ہے۔

دنیا اس پر متفق ہے کہ عسکری اعتبار سے جو جتنا مضبوط ہوگا وہ جغرافیائی لحاظ سے اتنا ہی مستحکم ہوگا۔ قرآن میں مسلمانوں کو واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ جس قدر ہو سکے اپنے آپ کو عسکری لحاظ سے مضبوط رکھو۔ جب تک مسلمانوں نے اللہ کے حکم اور آپؐ کی سیرت کو اپنائے رکھا اس وقت تک وہ سیاست سے سفارت تک، معیشت سے ادب تک، ہر میدان میں کامیاب ہی رہے، ہر جگہ کامرانی کے جھنڈے گاڑے۔ دین ودنیا، فلاح ونجات کا

راستہ آپؐ کے طریقے میں ہی مضمر ہے۔ دین اسلام میں دنیا بھر کے کاموں کے لئے رہنمائی موجود ہے۔ تمام چیزیں آپؐ کی سیرت میں نظر آتی ہیں۔ بے شک اللہ کے بعد سب سے عظیم اور رفیع الشان ذات آپؐ کی ہے۔ سب سے قیمتی پیغام اور سب سے کامل شریعت آپؐ کی ہے۔ آپؐ کی اُمت کے پاس اللہ کا آخری پیغام ہے جس کے بعد کوئی پیغام نہیں آئے گا۔ آپؐ کی شریعت کا منفرد اعزاز یہ ہے، اس نے زندگی کے تمام تر شعبوں کو ہدایت دے کر دین کا حصہ بنا دیا۔ اب آپؐ کے امتیوں کے وہ کام جو کبھی دنیا سمجھے اور کہے جاتے تھے، دین کے حصار میں داخل ہو گئے۔ غرض ہر جائز اور مستحسن کام کو اور ہر شعبہ زندگی کو ہدایت دے کر اخروی کامیابیوں کا ذریعہ قرار دے دیا گیا۔ ایک ایک شعبے کو اُٹھا کر دیکھا جائے کہ نبوت کی تعلیمات اس میں کس حد تک جاری و ساری ہیں؟ اگر وہ شعبہ آپؐ کی تعلیمات کی روشنی میں چلتا ہوا نظر آئے تو صمیم قلب سے شکر ادا کیا جائے، ورنہ فکر کی جائے۔

اگر ہمارا نظام واقعی آسمانی ہدایات کی روشنی میں بنا ہوا ہے تو سو شکر ادا کیجئے، ورنہ آخری درجہ ہے کہ اس جدوجہد میں حصہ لیجئے اور اس قافلے کے رکن بنئے اور ان لوگوں کا ساتھ دیجئے جو اس مبارک کام میں آپ کو میدانِ عمل میں نظر آئیں اور ان کا اخلاص اور فہم وتدبر شک و شبے سے بالاتر ہو۔ اسلام نے دنیا کو عدل وانصاف کا اتنا جامع نظام دیا ہے، ماہرین قانون اور دستور سازوں کی عقلیں حیران ہیں کہ کیا کسی معاملے کی اتنی جزئیات اور اتنی تفصیلات اس قدر خوبی اور معقولیت کے ساتھ مرتب ہو سکتی ہیں؟ اقتصاد ومعیشت کے شعبے پر نظر ثانی کیجئے۔ کمیونزم کی تباہی اور سرمایہ دارانہ نظام کی اکھڑتی سانسیں کیا پیغام دے رہی ہیں؟ آج ساری دنیا انسان کے بنائے ہوئے نظام کے دیے ہوئے زخموں سے چُور رحم طلب نگاہوں سے مسلمانوں کی طرف دیکھ رہی ہے اور بزبان حال کہہ رہی ہے اے آسمانی تعلیمات کے امینو! آؤ اور پریشان حال انسانیت کو مسائل کے اسی گرداب سے نکالو۔ اسی طرح تعلیم وتربیت کا نظام نظر ثانی کا محتاج ہے۔ اب ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ اسلامی شعائر اور تہذیب وتمدن کے حوالے سے فکری نشستیں منعقد کریں۔ آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنی زندگی کے ہر گوشے کو تشکیل دیں۔ اس فتنے کے زمانے میں کرنے کا یہ ایک بہت بڑا کام ہے۔

طُرفہ تماشا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

نبی صادق ﷺ نے ہمیں جن فتنوں سے (احادیث کا باب الفتن) آگاہ کیا تھا وہ حقیقتاً ٹوٹی تسبیح کے دانوں کی طرح یکے بعد دیگرے گرتے چلے آ رہے ہیں۔ حوادث ہر صاحبِ ایمان کے ہاتھ پر انگارے دھرتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ بے گھر، قتل ہونے والے، زندانوں، عقوبت خانوں میں معتوبین مسلمان ہی ہیں۔ تمام قیمت لگے سر مسلمانوں ہی کے ہیں۔ (باقی بھس بھرے بے وقعت ہیں؟) دہشت گردی کی اصطلاح جو امریکہ نے گھڑ کر جاری کی، کیا جہاد فی سبیل اللہ کے سوا بھی کچھ ہے؟ تمام تر قتل و غارت گری کے باوجود اسرائیل، بھارت، برما، جمہوریہ وسطی افریقہ اور خود امریکہ معصوم، پاک پوتر، امن پسند ممالک ہیں۔ امن کے نوبل انعام یافتہ (امریکہ واسرائیل!)۔

ایک حدیث مسلم امۃ کے حوالے سے بارہا سامنے آئی۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب دوسری قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے بھوکے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ حضرت ثوبان ؓ نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا۔ کیا ہماری یہ حالت قلت تعداد کی وجہ سے ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! تعداد میں تو تم بہت زیادہ ہو گے لیکن تم وھن میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ صحابہؓ نے پوچھا: وہن سے کیا مراد ہے یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جانا اور موت سے نفرت۔ یہ ہے وہن۔ (مسند احمد) دنیا میں مسلمان بار بار مشق ستم بنے مگر جو صورت 9/11 کے بعد سامنے آئی ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ حالیہ تاریخ میں روس نے تنہا یلغار کی۔ جنگ خلیج میں بنیادی کردار امریکہ برطانیہ ہی کا تھا۔ افغانستان پر حملہ ہوا تو 48 ممالک کے ایک لاکھ 30 ہزار فوجی ایک کمزور نہتے ملک پر ٹوٹ پڑے۔ (اب نیٹو ایساف 48 جھنڈے لپیٹ کر واپس چلا گیا ہے تو ذرا پلٹ کر دیکھیے۔) حد تو یہ کہ حسب توفیق جو مسلمان ملک جس حد تک کفر کا اتحادی بن سکتا تھا بنا۔ ترکی نیٹو کا حصہ تھا سو، 457 فوجی بھیجے۔ اردن نے 1009 فوجی افغان (بھائیوں) کے قلع قمع میں حصہ دار بننے کو دیئے۔ متحدہ عرب امارات کے 35 فوجی، ملائیشیا کے 2 فوجی گئے تا کہ نام لکھوانے سے محرومی نہ ہو۔ ممالک کی فہرست دیکھیں تو حیران رہ جائیں کہ کس طرح اس حدیث کے مصداق شرق وغرب کے سارے کافر مسلمانوں پر ان کے خون کے پیاسے بن کر ٹوٹ پڑے ہیں۔ گلوب کے دوسری جانب سے آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور اس جانب سے چھوٹے بڑے قابل ذکر سبھی ممالک۔ بعض ملک تو اتنے چھوٹے ہیں کہ ہمارے قصبوں کے برابر۔ لیکن انہوں نے بھی دس، بیس، حتیٰ کہ چار اور تین فوجی بھیج کر ہمارا لہو پینے میں حصہ ضرور ڈالا ہے۔

اس طویل فہرست کو نیٹ سے پڑھ ضرور لیجیے تا کہ اندازہ ہو کہ کفر ملۃ واحدہ بن کر جب ہمارے برادر ملک پر ٹوٹ پڑا تو ہم نے کیا ظلم ڈھایا کہ پوری فوج، پورا ملک، اس کی سڑکیں (نیٹو سپلائز)، ہوائی اڈے، فضائیں رسد کی ترسیل کے لیے امریکہ کے حوالے کر دیں؟ جاسوسی میں شراکت (مجاہدین، طالبان پکڑوانے کے لیے) فرنٹ لائن اتحادی بن کر کی۔ 1924ء میں خلافت عثمانیہ ٹوٹنے کے بعد دنیا میں 72 برس کے بعد شریعت کی حکمرانی افغانستان میں صورت امارت اسلامیہ بحال ہوئی تو ہم نے اس پر حملہ آور 48 ممالک کی پیشوائی کی۔ ہمارا کردار عین ابو رغال کا سا ہے۔ ابرہہ کے حملے کے موقعے پر اہل طائف نے اس خوف سے کہ وہ کہیں ان کے بڑے بت اللات کو نہ گرا دے (ایساف اور نائلہ مکہ کے بت تھے!) اپنی خدمات کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے پیش کر دیں۔ راستہ دکھانے کو ابو رغال کو ساتھ کر دیا۔ (رہنمائی، جاسوسی کے لیے) وہ مر گیا تو عرب سالہا سال اس شخص کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے جو طائف کے بدرتے کا سردار تھا۔

ایساف نے نیٹو کی سرکردگی میں عسکری قوت افغانستان کے طول وعرض میں 700 فوجی اڈے قائم کر

کے آزمائی۔ 13 برس میں ظلم و درندگی کے (اپنے ہی قائم کردہ) کون سے ریکارڈ تھے جو نہ توڑے۔ چنیدہ چنیدہ ویڈیوز/تصاویر/خبریں دیکھنا چاہیں تو مہذب (سوِیلائزڈ) گوروں (جن کے اتباع میں ہمارے موم بتیئے سول سوسائیٹیے پائے جاتے ہیں) کی وہ ویڈیو بھی موجود ہے جس میں شہداء کے پاکیزہ اجسام کو قہقہے لگاتے ہوئے امریکی فوجی پیشاب سے آلودہ کر رہے ہیں۔ وہ ہولناک تفاصیل بھی موجود ہیں جس میں قلعۂ جنگی کے معرکے سے بچ جانے والے 7500 مجاہد قیدیوں کو کنٹینروں میں اس حال میں ٹھونس کر لے جایا گیا کہ دھوپ میں تپتے آہنی کنٹینر میں دم گھٹ کر ہزاروں یا شہید ہوئے یا نیم مردہ حالت میں بچ گئے تو گولیاں مار کر اجتماعی قبروں میں پھینک دیئے گئے۔ (Afghan Massacre: The Convoy of Death) ڈاکومنٹری فلم میں چشم دید گواہان نے حقائق کھولے ہیں۔ باگرام میں زنجیروں میں جکڑ کر چھت سے لٹکا کر بدترین تشدد کا نشانہ بنا کر مارے جانے والے دو افغان قیدیوں کی داستان الگ ہے۔ اسی میں 2003ء میں کراچی سے 3 بچوں سمیت اٹھائی گئی نیورو سائنٹسٹ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی المناک داستان بھی شامل ہے۔ 5 سال باگرام میں قید رہی۔ امریکہ میں ان کے عدل کی بھینٹ چڑھ کر اب نیویارک جیل میں قید اس جنگ پر ایک کھلا تبصرہ ہے۔ خصوصاً سوات میں سی آئی اے اہلکاروں کے میزبان خاندان کی بیٹی ملالہ کی عالمی آؤ بھگت کے تناظر میں۔ عافیہ کے 2 بچے 7 سال تک سرد تاریک جیل خانوں میں رکھے جانے کے بعد بالآخر 2008ء میں نانا کے ہاں پہنچا دیئے گئے۔ ان برسوں میں افغانوں کی نجات دہندہ ان فوجوں نے دو مقامات پر شادی کی باراتوں پر حملہ کر کے دیر بالا میں 47 اور قندھار میں 63 شہری بمباریاں کر کے مار ڈالے۔ بڑی تعداد (دلہنوں سمیت) عورتوں بچوں کی تھی! یہ کارہائے نمایاں (علاوہ ازیں پورے افغانستان کی سرزمین کو بارود برسا کر خون اور گوشت کے لوتھڑوں سے لتھیڑ کر) سرانجام دے کر بھی ناکام و نامراد نیٹو آپریشن لپیٹنا پڑا۔ فتح کا جشن نامعلوم مقام پر کابل کے کسی کونے کھدرے میں (طالبان کے ممکنہ حملوں سے خوفزدہ) چھپ کر منایا اور نیٹو کمانڈر جنرل کیمبل نے نوید سنائی: افغان عوام کو روشن مستقبل کی امید دے کر جا رہے ہیں۔! بجا فرمایا۔ آپ کے نکلتے ہی سارے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ آزادی کی کرنیں روشن مستقبل کی خبر دیں گی۔

افغانستان کو ایک گونہ آزادی مبارک ہو! لیکن پاکستان؟ ہم نے پشاور کے دلدوز حادثے کو اپنا 9/11 قرار دے کر ایک نئی جنگ خود اپنے آپ سے شروع کر دی ہے۔ ہمارے حکمرانوں کا لب و لہجہ، تقاریر، جملے، الفاظ، طریق کار عین وہی ہے جو کل تک بش اور اوباما کا تھا۔ ہر آئین سے ماوراء، قوانین سے بالا، دنیا بھر پر 13 برس سے مسلط یہ خونخوار عفریت کیا ہمارے ہاتھوں ہمارا ہی منہ نچوائے گی؟ امریکی انتظامیہ پر پینٹا گون اور سی آئی اے نے حاوی ہو کر یہ جنگ لڑی تھی۔ آج امریکہ اپنی لخت لخت معیشت لیے واحد سپر پاوری کا نشہ کھوئے افغانستان کے پہاڑوں (جغرافیائی پہاڑ اور آہنی عزم والے انسانی پہاڑ!) سے ٹکرا ٹکرا کر ہوش میں آیا ہے۔ اب اس کی جنگ ہم پر مسلط کر دی گئی ہے۔ امریکی سفیر سانحہ پشاور پر افسوس کرنے آئے اور 53.2 کروڑ کی بھاجی دے گئے۔ یہ ان کے لیے سستا سودا ہے کہ ہمیں اس دلدل میں دھکیل دیں جس سے ہانپتے کانپتے خود بمشکل نکلے ہیں۔ اپنے اخبارات اٹھا کر دیکھ لیجیے۔۔۔ وہی زبان (بش والی) ہماری شہ سرخیوں میں ہے۔ پورا ملک اسی اعصابی تناؤ کا شکار کر دیا گیا ہے۔ کابل میں امریکہ کا سر پُرغرور ذلت کی ٹھوکروں پر رکھا دیکھ کر ہوش و خرد کا تقاضا ہے کہ ملک عزیز کی عافیت، سلامتی، آزادی کی خاطر ہم فوری اس جنگ سے نکلیں۔ ہمارے پاس کیا دلیل ہے عنداللہ۔۔۔؟ کفر کے 48 ممالک نے یکجا ہو کر ہمارے خون سے ہولی کھیلی۔ ادھر ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے۔۔۔ نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر والے اقبالؒ کی قوم اور ملت کس رنگ میں ہے! ہے ناطرفہ تماشا؟

☆☆☆

بقیہ: اظہار خیال

کی ڈوبتی ہوئی نیّا کو بچانے اور معمر پاکستان کو سہارا دینے کی کوشش میں اپنی صلاحیتیں بھی کھپا رہے ہیں اور دست بدعا بھی رہتے ہیں کہ اے اللہ تو انہی سیاسی قائدین میں سے کسی کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا تھما دے، اور ان کی اور پورے پاکستان کی کایا پلٹ دے۔ خدا کرے کہ یہی لوگ جو آج قوم کے حاکم ہیں، قوم کے خادم بن جائیں اور اسلام اور مسلمانوں کو خلافت کی منزل سے ہمکنار کر لیں۔ یاد رکھیے، اسلام کے نام پر قائم مملکت خداداد عہد حاضر کی مثالی اسلامی ریاست اور خلافت راشدہ کا نمونہ بنے گی، پھر ہی پاکستان نیا پاکستان بنے گا۔ اور ایسا ہی نیا پاکستان کے عوام کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انقلاب لائے گا۔ ان شاء اللہ۔

☆☆☆

سیرتِ رسول ﷺ پر
بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ
کی چند فکر انگیز تصانیف

پتہ: مکتبہ خدام القرآن، 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔
042-35869501-3
e-mail:maktaba@tanzeem.org

’’اسلام کا اصل دشمن سیکولرازم ہے‘‘

خلافت فورم میں دین و مذہب میں فرق کے موضوع پر ایک فکرانگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی:
ڈاکٹر عبدالسمیع (امیر تنظیم اسلامی فیصل آباد)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

مرتب: مرتضیٰ احمد اعوان

سوال: یہ بتائیے کہ لفظ مذہب اور لفظ دین میں مفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق ہے؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: یہ دونوں عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ مذہب کے لفظی معنی ہیں ’’جانے کا راستہ۔‘‘ اور دین کے لفظی معنی ہیں ’’بدلہ‘‘۔ قرآن مجید میں دین کا لفظ بدلہ، راستہ اور قانون کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں ’’مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ‘‘ میں ’’دین‘‘ اپنے بنیادی مفہوم میں استعمال ہوا ہے ۔ یعنی ’’بدلہ کے دن کا مالک۔‘‘ سورۃ الکافرون میں یہ لفظ راستہ کے معنی میں استعمال ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ‘‘ (آیت:6) ’’تمہارے لیے تمہاری راہ میرے لیے میری راہ۔‘‘ یہی راستہ اس کو مذہب کے ساتھ جوڑتا ہے۔ سورۃ یوسف میں لفظ ’’دین‘‘ قانون کے معنی میں آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۝﴾ (آیت:67) ’’پھر یوسف نے اپنے بھائی کے شلیتے سے پہلے ان کے شلیتوں کو دیکھنا شروع کیا، پھر اپنے بھائی کے شلیتے میں سے اس کو نکال لیا۔ اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی (ورنہ) بادشاہ کے قانون کے مطابق وہ مشیت خدا کے سوا اپنے بھائی کو لے نہیں سکتے تھے۔ ہم جس کے لیے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں۔ اور ہر علم والے سے دوسرے علم والا بڑھ کر ہے۔‘‘ دین کا لفظ جب اسلام کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے نظام زندگی۔ سورۃ البقرۃ میں فرمایا: ’’مومنو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ‘‘ (آیت:208) اسلام کے معنی ہیں سر تسلیم خم کر دینا۔ مذہب جانے کے راستے کو کہتے ہیں۔ اسی مفہوم میں اس کے قریب ایک لفظ ’’طریق‘‘ استعمال ہوتا ہے، جس کا اصطلاحی مفہوم میں اطلاق تصوف پر ہوتا ہے۔ اسی طرح کا لفظ شریعت ہے۔ شریعت لفظ ’’شرع‘‘ سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے مضبوط راستہ۔

دین اور مذہب میں بنیادی فرق یہ ہے کہ دین کا اطلاق اسلام پر اور مذہب کا اطلاق ہمارے مسالک پر ہوتا ہے۔ یعنی مذہب حنفی، مذہب شافعی، مذہب حنبلی، مذہب مالکی وغیرہ۔ ہمارے بعض اہل علم نے انگریزی لفظ ’’religion‘‘ کا اُردو ترجمہ مذہب کر کے اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے کہ مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے۔ اس میں عقائد، رسومات اور عبادات آتی ہیں۔ لیکن ہماری روایات میں مذہب کا جو لفظ مسالک کے لیے استعمال ہوا ہے، اس میں پورے کا پورا دین شامل ہے۔ فقہ کی کتابوں میں اسلام کا سماجی نظام کتاب النکاح کے عنوان سے ہے۔ معاشی نظام کتاب البیوع کے عنوان سے ہے اور سیاسی نظام کتاب الامارہ کے عنوان سے ہے۔ تو اس میں سب کچھ آ جاتا ہے۔ چونکہ ریلیجن انگریزی کا لفظ ہے، لہٰذا اسے سمجھنے کے لیے ہمیں انگریزی کی لغت میں جانا پڑے گا۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے 1960ء کے ایڈیشن میں ریلیجن کی تعریف اس طرح ہے: Belief in the existance of super-natural ruling power, creator of the universe, who has given man a spiritual nature which continuse to exist after death of the body.

بظاہر یہ تعریف بالکل اسلام کی معلوم ہوتی ہے، لیکن اگر گہرائی میں جا کر اس کا جائزہ لیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود کی نفی ہے۔ اس لیے کہ اس تعریف میں اللہ کی ہستی کا اقرار نہیں ہے بلکہ صرف ایک قوت قاہرہ کے ماننے کا ذکر ہے۔ ایک ایسی قوت جس نے اس کائنات کو پیدا کیا۔ وہ قوت ’’اللہ‘‘ بھی ہو سکتی ہے اور محض کوئی قوت بھی۔ پھر آگے لکھا ہے کہ ruling passion of one's life یہ بالکل دین کی تعریف ہے۔ یعنی آدمی کے اندر ایسا جذبہ جو اس کی پوری زندگی پر حکمران ہو ریلیجن کہلاتا ہے۔ لیکن مذکورہ ڈکشنری کے 1995ء کے ایڈیشن میں اس تعریف کو تبدیل کر دیا گیا۔ نئی تعریف میں انہوں نے ’’ruling passion کو controlling infleuence‘‘ سے بدل دیا ہے۔ passion اندر سے اُٹھتا ہے اور influence آدمی کو باہر سے کنٹرول کرتا ہے۔ گویا اس تعریف میں فرائڈ کا یہ خیال کہ مذہب باہر سے ٹھونسی جانے والی چیز ہے شامل کر دیا گیا ہے۔

مذہب اور دین میں ایک باریک سا فرق یہ بھی ہے کہ دین کا لفظ قرآن وحدیث میں استعمال ہوا ہے، لیکن مذہب کا لفظ قرآن وحدیث میں استعمال نہیں ہوا۔ اصل میں ہمارے اہل علم نے بات کو سمجھانے کے لیے لفظ ’’ریلیجن‘‘ کا ترجمہ مذہب کر دیا۔ کیونکہ قرآن مجید میں قریش کے ریلیجن کو دین کہا گیا ہے۔ سورۃ الکافرون آیت 6 میں ارشاد ہے: ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (٦)﴾ حالانکہ اس دین میں اللہ تعالیٰ کو خالق مانا جاتا تھا۔ عرب اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات مانتے تھے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں اس کی گواہی موجود ہے۔ سورۃ العنکبوت میں ارشاد ہے: ’’اور اگر ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ اور سورج اور چاند کو کس نے (تمہارے) زیر فرمان کیا تو کہہ دیں گے اللہ نے۔ تو پھر یہ کہاں اُلٹے جا رہے ہیں۔ اللہ ہی اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے۔ اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ اور اگر ان سے پوچھو کہ آسمان سے پانی کس نے برسایا، پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد (کس نے) زندہ کیا تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ اللہ کا شکر ہے لیکن ان میں اکثر نہیں سمجھتے۔‘‘ سورۂ یونس کی آیات میں تو بات اور بھی کھول کر بیان کر دی گئی۔ فرمایا: ’’(ان سے) پوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ۔ تو کہو کہ پھر تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں

نہیں۔ یہی اللہ تو تمہارا پروردگار برحق ہے۔'' دیکھئے، ہر مکان کا ایک مالک ہوتا ہے اور ایک اس کا معمار ہوتا ہے۔ مکان پر حکم بلڈر کا نہیں مالک کا چلتا ہے۔ اسی طرح اس معاملے میں بھی سارا داؤ یہ کھیلا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق اور الٰہ تو مانو، لیکن رب (اپنا آقا) نہ مانو۔ اس لیے کہ اگر تم اُسے رب مانو گے تو پھر اس کی بات بھی ماننی پڑے گی، اس کے تقاضوں کو بھی پورا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اللہ کو اپنا رب ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کے غلام ہیں اور غلامی 24 گھنٹے کی ہوتی ہے۔ عربی میں لفظ ''عبد'' کے معانی ہی جدی پشتی غلام کے ہیں۔ میں اپنا جائزہ لوں تو میں غلام پیدا ہوا تھا، اب بھی غلام ہوں اور غلام ہی مروں گا اور قیامت کے دن غلام ہی اُٹھوں گا۔ لیکن اگر میں صرف اللہ تعالیٰ کو الٰہ کہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ میرا الٰہ اس وقت تک ہے، جب تک میں اس کی عبادت کر رہا ہوں اور جب میں نے عبادت ختم کر دی تو میرا الٰہ (معبود) کے ساتھ عابد کا رشتہ بھی ختم ہو گیا۔

سوال: اسلام مذہب ہے یا دین؟ اگر دین ہے تو اس کے بنیادی تقاضے کیا ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: اسلام دین ہے۔ کیونکہ وہ انسان کی صرف انفرادی زندگی سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کی اجتماعی زندگی سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ انفرادی زندگی میں عقائد، رسومات اور عبادات وغیرہ آ جاتے ہیں لیکن جب ہم کسی نظام کے اجتماعی معاملات دیکھتے ہیں تو اس میں سیاسی نظام، معاشی نظام اور معاشرتی نظام آتے ہیں۔ اسلام چونکہ انسانی زندگی اور معاشرے کے تمام پہلوؤں اور گوشوں سے تعلق رکھتا ہے، لہٰذا اسلام حقیقتاً ایک دین ہے اور وہ اپنا نفاذ چاہتا ہے۔ اسلام کے اپنے اُصول وضوابط اور قوانین ہیں جنھیں شریعت کہا جاتا ہے۔ شریعت جب تک بالفعل نافذ نہیں ہوتی تب تک ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسلام بحیثیت دین نافذ ہے۔ ہمارے ہاں انسانی زندگی کے جس اجتماعی پہلو کو سب سے زیادہ نظر انداز کیا جاتا ہے قرآن وسنت نے اس کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے، یعنی معاشرتی نظام۔ اسلام نے معاشرتی نظام کے بارے میں تفصیلات دی ہیں۔ جبکہ سیاسی اور معاشی معاملات میں اصولی راہنمائی دی ہے۔ اسلام نے معاشی نظام میں سود کو حرام قرار دیا بلکہ اللہ ورسول ﷺ کے ساتھ جنگ قرار دے دیا۔ سود حرام مطلق ہے۔ اسی طرح اسلام نے ارتکاز دولت کو پسند نہیں کیا۔ اسلام کیپٹل ازم کی بھی نفی کرتا ہے۔ اُس نے سیاسی نظام میں ایک راہ دکھا دی کہ اپنے معاملات کو مشورے کے ساتھ حل کرو۔

سوال: کیا کسی ملک میں بیک وقت کئی مذاہب یا ادیان چل سکتے ہیں؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: کسی ملک میں نظام ایک ہی چلے گا۔ باقی اس کے تحت عبادت کے کئی نظام جاری رہ سکتے ہیں۔ یعنی آپ ان کو مذہب کہہ سکتے ہیں۔ مذہب کے تین گوشے ہیں: عقائد، عبادات اور رسومات۔ یہ انفرادی افعال ہیں۔ ایک آدمی دوسرے کو ان میں ملوث نہیں کرتا۔ مثلاً ہر شخص کا اپنا عقیدہ ہے۔ رسومات زندگی کے مختلف مواقع پر اپنائے جانے والے طور طریقے ہیں، جن سے ہر آدمی کا واسطہ پڑتا ہے۔ بالخصوص پیدائش، شادی اور وفات وغیرہ اور ان میں سے بھی خصوصی طور پر پیدائش اور وفات سے تو ہر آدمی گزرتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم مسلمان شادی کے لیے نکاح کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ حضور ﷺ کی سنت ہے۔ ہندو اس کے لیے پھیرے ڈالتے ہیں۔ کسی دوسرے مذہب میں اس کے لیے کوئی اور انداز ہوگا۔ پیدائش کے مواقع پر ہم لوگ بچے کے کان میں اذان دیتے ہیں، اس کے بعد اس کا عقیقہ کرتے ہیں اور ختنہ کراتے ہیں۔ وفات کے موقع پر ہم نعش کو نہلا دھلا کر کفن پہنا کر اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور پھر دفن کرتے ہیں۔ ہندو اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں۔ تیسری چیز عبادات ہیں۔ ہر مذہب میں کسی کو بڑا مانا جاتا ہے۔ جیسے ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ کوئی اور مذہب کسی اور کو مانتا ہوگا۔ تو آدمی جس کو بھی اپنا الٰہ مانتا ہے اس کے سامنے پرستش کا کوئی نہ کوئی انداز ضرور اپناتا ہے۔ ان چیزوں کا دوسروں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن جو نظام (سیاسی، معاشی، عائلی) ہوتا ہے وہ ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ مثلاً عائلی نظام میں نکاح وطلاق کے پورے احکام ہمارے دین نے ہمیں دیئے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے تین طلاقیں دی ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک یہ تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوگی۔ جبکہ باقی جو چار امام ہیں ان کے نزدیک یہ تین طلاقیں ہو چکی ہیں۔ اب اگر وہ شخص مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس کی بیوی دوسرے مسلک سے ہے تو اس شخص کے نزدیک طلاق نہیں ہوئی۔ لیکن اس کی بیوی سمجھتی ہے کہ مجھے طلاق ہو چکی ہے۔ تو اس طرح فرق واقع ہو جائے گا۔ تو کسی ملک میں مذاہب تو کئی ایک چل سکتے ہیں، لیکن لاء آف دی لینڈ ایک ہوگا۔

سوال: دنیا میں اس وقت 57 آزاد اسلامی ممالک موجود ہیں۔ علامہ اقبال نے ایک وقت میں پھبتی کسی تھی کہ۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

یہ شعر کہہ کر علامہ نے کن طبقات پر تنقید کی تھی؟

ایوب بیگ مرزا: دراصل یہ ایک جید عالم دین کے ایک بیان پر علامہ کا سخت ردّعمل تھا۔ اگرچہ ان عالم دین نے بعد میں اپنے بیان کی وضاحت کر دی تھی۔ اصل میں مسلمانانِ ہند کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ انگریزوں نے یہاں قبضہ کے بعد انھیں سیاسی اور اقتصادی طور پر بہت دبایا تھا اگرچہ انھیں اپنے نجی و مذہبی معاملات میں کھلا چھوڑ دیا تھا۔ انگریز نے سیاسی، اقتصادی اور کسی حد تک معاشرتی معاملات میں مداخلت کی۔ اس کے نتیجے میں مسلمانانِ ہند کا زیادہ تر رُخ پھر مذہب کے انفرادی معاملات تک محدود ہو کر رہ گیا۔ اور یہ بات اتنی پختہ ہوگئی کہ جیسے اسلام یہیں سے شروع ہوتا ہے اور یہیں پر ختم ہوتا ہے اور مسلمانوں کو اس کے علاوہ کسی چیز کی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ یعنی جن چیزوں کا تعلق نظام سے ہوتا ہے اس کی طرف کسی مسلمان کا دھیان ہی نہ جائے۔ گویا مذہب اسلام کو مسجد کے اندر قید کر دیا گیا۔ آج بھی ہمارا المیہ یہی ہے۔ ہم ابھی تک اس چیز سے نہیں نکل سکے۔ ہم مسلمانوں کی عظیم اکثریت آج بھی یہی سمجھتی ہے کہ اسلام صرف نماز، روزہ اور حج کرنے کا عمل ہے۔ باقی کسی چیز سے اسلام بحث نہیں کرتا۔ اسلام کے اجتماعی نظام کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔

سوال: مغرب اسلام کے نفاذ میں رکاوٹ ہے، لیکن بظاہر ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں پر نماز روزہ کی پابندی نہیں ہے۔ مساجد بن رہی ہیں۔ افطار ڈنر بھی ہوتے ہیں۔ عید ملن پارٹیاں بھی ہوتی ہیں۔ مغرب کو اس وقت کون سے اسلام سے خطرہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آج دنیا کو اسلام کے اِس حصے پر اعتراض ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام دین کہلاتا ہے۔ اِسی پر پابندیاں ہیں۔ اِسی پر سختی ہے۔ اِسی پر بمباریاں ہو رہی ہیں۔ آج اسی بات کی شدید ضرورت ہے کہ اسلام کل روئے ارضی پر بحیثیت نظام نافذ کیا جائے اور یہ اس طور سے ہوگا کہ یہ پہلے کسی ایک ملک میں نافذ ہو اور پھر اس کی توسیع پوری دنیا میں کی جائے۔ آج دنیا کو سیاسی وعسکری اسلام سے خطرہ ہے اور وہ اسے ختم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے حکمرانوں نے بھی اس فکر کو عملاً قبول کر لیا ہے اور وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہمارے عوام الناس اسلام کو صرف نماز، روزہ تک محدود رکھیں، تاکہ غیروں کو اس

پر کوئی اعتراض نہ ہو اور ہم محفوظ رہ جائیں۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: مغرب نے اسلام کا راستہ روکنے کے لیے محض ایک محاذ پر کوشش نہیں کی، بلکہ وہ کئی محاذوں پر کوشاں ہے۔ مغرب ظاہراً بھی یہی کہتا ہے کہ ہم اُس اسلام کا راستہ روکنا چاہتے ہیں جو طاقت رکھتا ہے۔ یہ ایک سٹیٹ منٹ ہے۔ انہوں نے اسلام کا راستہ روکنے کے لیے بڑے پکے بندوبست کیے ہوئے ہیں۔ سیکولرازم کے کئی چہرے ہیں۔ سیکولر کا لفظ جب بطور verb آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں to reduce the rule of religion in morality and education. بالعموم ہم نے سیکولرازم میں اخلاقیات کا پہلو لیا ہے۔ اخلاقیات کے معنی یہ ہیں کہ moral law جو یہ بتائے کہ جائز کیا ہے؟ اور ناجائز کیا ہے؟ حلال کیا ہے؟ اور حرام کیا ہے۔ لیکن سیکولر ایجوکیشن اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے 1995ء کے ایڈیشن میں سیکولرازم کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: Belief that laws and education should be based on facts and science etc, rather than religion یعنی قوانین میں مذہب کا عمل دخل نہیں ہوگا بلکہ facts, science کا ہوگا۔ مثال کے طور پر امریکہ کی عظیم اکثریت عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ کچھ سال پہلے وہاں پر ایک قانون پاس ہوا تھا جس کے تحت شراب پر پابندی لگ گئی تھی۔ لیکن انہوں نے اس پابندی کا جواز عیسائیت یا بائبل کی بجائے اعداد و شمار (facts & figures) کو بنایا۔ یعنی شراب پینے کی وجہ سے اتنی اموات اور حادثات ہوتی ہیں، لہٰذا شراب پر پابندی لگنی چاہیے۔ انھوں نے ان اعداد و شمار کی بنیاد پر تجویز تیار کر کے پارلیمنٹ میں بھجوادی۔ پارلیمنٹ نے اس تجویز پر بحث کی اور شراب پر پابندی لگادی۔

سوال: دورِ حاضر میں ساری دنیا میں سیکولرازم کا راج ہے۔ آپ سیکولرازم کا اسلام سے تقابل کیسے کرتے ہیں؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: مغرب نے اسلام پر کئی اطراف سے حملہ کیا ہوا ہے۔ لیکن ان کا خطرناک حملہ سیکولر ایجوکیشن کا حملہ ہے۔ سیکولر ایجوکیشن کے ذریعے انہوں نے لوگوں کا ایک مائنڈ سیٹ بنایا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ ہر وہ چیز جو حواس خمسہ کی گرفت میں نہ آئے یا حواس خمسہ اس کی تصدیق نہ کر سکیں، اسے تسلیم نہ کرو۔ اگر یہی حقیقت ہے تو پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کا دعویٰ ہے کہ electromagnetic waves ہر جگہ زمین و آسمان کے درمیان موجود ہیں۔ لیکن یہ نہ تو نظر آتی ہیں اور نہ سنائی دیتی ہیں۔ نہ ہم انھیں چھو سکتے ہیں، نہ سونگھ سکتے ہیں، لیکن ابھی میرے فون کی گھنٹی بجے گی تو تصدیق ہو جائے گی کہ یہ لہریں موجود ہیں۔ اِسی لئے تو میرا فون آپ کے فون سے connect ہو گیا۔ سائنس کا ہر طالب علم آئن سٹائن کی اس ایکویشن پر یقین رکھتا ہے کہ جب بھی کوئی جسم روشنی کی رفتار سے سفر کرے گا تو وہ توانائی میں تبدیل ہو جائے گا۔ اور اس کے لیے فاصلہ صفر اور وقت لامتناہی ہو جائے گا۔ حالانکہ کسی نے یہ کر کے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کا وجود چونکہ سائنسی حقیقت نہیں ہے، لہٰذا ہر وہ بچہ جو سیکولر ایجوکیشن کو سمجھ کر پڑھے گا وہ اللہ کو، آخرت کو، فرشتوں کو نہیں مانے گا۔ جب فرشتوں کو نہیں مانے گا تو لامحالہ وحی کا انکار کرے گا۔ تو یہ ان کی لانگ ٹرم پلاننگ ہے۔ اگرچہ بظاہر انہوں نے اجازت دی ہے کہ ہر مذہب اپنی عبادات کر سکتا ہے، اپنے عقائد رکھ سکتا ہے اور اپنی رسومات ادا کر سکتا ہے لیکن ان عقائد، رسومات اور عبادات کی کوئی حیثیت نہیں جب تک ان کے پیچھے توحید کا عقیدہ نہ ہو۔ اگر کسی عبادت کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین ہی نہ ہو، تو پھر یہ عبادت ہرگز عبادت نہیں ہوگی۔ تو یہ بہت سے زاویے ہیں جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سیکولرازم اسلام کی جڑ کس طرح کاٹتا ہے۔ ایک طالب علم جب سیکولر ایجوکیشن حاصل کرے گا اور اس کا مائنڈ سیٹ سیکولر بن جائے گا تو وہ بڑے فخر سے کہے گا I was born with no religion. اور وہ اہل مذہب کو طعنہ دے گا کہ مذہب تو افیون ہے۔ یہ کام انہوں نے گہرائی میں جا کر کیا ہے۔ آج دنیا میں کوشش ہو رہی ہے کہ دینی مدارس کا تعلیمی نظام بھی کنٹرول کیا جائے اور وہاں بھی انگریزی اور سائنس کی تعلیم رائج کی جائے۔ یہ بھی دراصل دینی اداروں میں سیکولر مائنڈ سیٹ بنانے کی ہی ایک کوشش ہے، جو مغرب کر رہا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کا اصل دشمن سیکولرازم ہے۔

سوال: پاکستان میں اسلام کو بحیثیت دین نافذ کرنے کے لیے انفرادی اور اجتماعی طور پر ہمیں کیا کیا کرنا چاہیے؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: نفاذِ اسلام کے لئے جدوجہد ناگزیر ہے، اس حوالے سے فیصلہ کن چیز شریعت ہے۔ اگر ہم تاریخ انبیاء کو دیکھیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے جو تین رسول (نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام) آئے، انہوں نے صرف عقائد کی ترویج کی۔ کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے سوا کوئی تمہاری عبادت کے لائق نہیں، میں تمہاری طرف اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو، میرا کہنا مانو۔ میں تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگ رہا۔ میری اُجرت رب العالمین کے ذمے ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ایک نیا Phase نہی عن المنکر کا شروع ہوا۔ اس سے پہلے صرف عقائد تھے اور انہی کو پروموٹ کیا گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام نے نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس کے بعد دنیا میں پہلی شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آئی اور جونہی وہ شریعت آئی تو اس کا ایک لازمی تقاضا یہ آیا کہ اب تم اس شریعت کو نافذ کرنے کے لیے اپنی سرزمین (homeland) فلسطین کو فتح کرو۔ تمہاری اس فتح میں ہم مدد کریں گے اور وہاں پر اس دین (شریعت) کو نافذ کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو فرعون کی غلامی سے آزاد کروا دیا، لیکن قوم نے اس شہر کو فتح کرنے کے لیے لڑنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا وہ کام stand by میں چلا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے انتقال کے بعد ان کے جانشین حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے باقاعدہ جہاد کیا اور فلسطین فتح کیا۔ پھر وہاں پر ریاست قائم ہوئی اور اس میں شریعت نافذ ہوئی۔ اس کے بعد دوسری شریعت رسول اللہ ﷺ کو دی گئی۔ شریعت پختہ راستہ ہے۔ لہٰذا اس کا نفاذ لازم ہوجاتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو شریعت دی گئی تو تقاضا آیا کہ دین کو قائم کرو اور تفرقہ نہ کرو۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ کو دیکھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ساری جدوجہد اللہ کے دین کے نفاذ کے لئے تھی۔ آپؐ نے قرآن مجید کی دعوت پیش کی۔ جن لوگوں نے یہ دعوت قبول کی اُن کی جماعت بنائی۔ پھر ان کی تربیت فرمائی اور اس کے بعد جب اجازت ملی تو پھر آپؐ نے باقاعدہ قتال کیا۔ آج ہمیں ازسرِنو رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر قرآن مجید کی دعوت کو عام کرنا ہوگا۔ پھر جو لوگ میسر آئیں انھیں منظم کرنا ہوگا۔ پھر جب اتنی طاقت فراہم ہوجائے کہ نظام کو تبدیل کیا جاسکتا ہو تو منظم عوامی تحریک کے ذریعے تبدیلی لائی جائے گی۔ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ آج کچھ لوگوں کی سوچ ہے کہ اسلام محض دعوت و تبلیغ سے نافذ ہوجائے گا تو یہ مغالطہ ہے۔ ہمیں اسلام کے نفاذ کے لیے منہج نبوی کو اپنانا ہوگا۔

☆☆☆☆☆

"نیا پاکستان" کا نعرہ

ام عمار عبدالخالق

گزشتہ چار مہینوں سے "نیا پاکستان" بننے کی خبریں سن سن کر دل میں ہول اُٹھ رہے ہیں۔ اگرچہ سانحہ پشاور کے بعد "نیا پاکستان" بنانے والوں نے اسلام آباد میں اپنا طویل دھرنا ختم کر دیا ہے تاہم نیا پاکستان کا نعرہ بدستور ملک کی فضاؤں میں گونج رہا ہے۔ پہلی دفعہ پاکستان بننے میں ہزاروں جانیں قربان ہوئیں۔ ہزاروں مثلے کیے گئے۔ عصمتیں خراب اور عزتیں برباد ہوئیں۔ خاندانوں کے خاندان اُجڑ گئے۔ تاریخ کی اتنی بڑی قربانی کے بعد جو پاکستان بنا وہ سب کے سامنے ہے۔ پاکستان اپنی پیدائش سے جوانی تک کے عرصے کے بعد اب بڑھاپے کی سرحد میں قدم رکھ چکا ہے۔ لیکن اس کی پوری زندگی مظلومیت میں گزری۔ یہاں کے رہنے والوں نے ظلم کر کے پاکستان کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ہمارا ایک بازو کٹ چکا، بقیہ جسم کو بھی اندر سے نوچا اور بھنبھوڑا جا رہا ہے۔ بھانت بھانت کے سیاسی سرجن سوچے سمجھے بغیر اس کی سرجری میں ہمہ تن لگے ہوئے ہیں۔ ہر ایک اپنی طبع آزمائی میں مصروف ہے۔ اس مسخ شدہ پاکستان کے بطن سے کس قسم کا "نیا پاکستان" برآمد ہوگا؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ع پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ۔ دھرنے بھی اسی سرجری کا ایک حصہ تھے جو اب طریقہ کار کی تبدیلی سے جلسوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ جب دھرنے شروع ہوئے تو پاکستان کیا یہ پوری دنیا کی دلچسپی کا محور تھے کہ دنیا والوں کا کام غلط کام کی تصحیح کم اور تماشا زیادہ ہوتا ہے۔

اِدھر، پاکستان میں جہاں یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو لوگ کئی قسم کی تلواریں لے کر نکل آئے ہیں۔ جن میں نظریاتی تلوار، مذہبی تلوار، سیکولرازم کی تلوار اور سیاسی تلوار قابل ذکر ہیں۔ قومی اور صوبائی اسمبلی کے ایوانوں سے نکل کر یہ جنگ شہروں اور گھروں کے اندر بھی داخل ہو چکی ہے، اور خاندان کے افراد اس باہمی خانہ جنگی کے فریق بنے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقات کرنے والے ہوں یا گھر کے افراد باہم مل کر بیٹھے ہوں، اچانک ہی موضوع بدلتا ہے اور پارٹی بازی شروع ہو جاتی ہے۔ بحث و مباحثہ شروع اور ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کی پُرزور کوشش ہو رہی ہوتی ہے۔ اچھا بھلا ماحول سیاسی گفتگو میں چھلانگ لگانے سے بدبودار ہو جاتا ہے۔

اس سارے سیاسی ماحول میں ایک دیانتدارانہ نظر اگر اپنے اطراف میں ڈالیں تو محسوس ہوتا ہے کہ ہر طبقہ فکر ایک بہت بڑے امتحان سے گزر رہا ہے۔ گھر کے ایک ایک فرد سے لے کر بڑے بڑے لیڈروں تک نے جو براہ راست اس کھیل میں شریک ہیں، گزشتہ چار ماہ کے دوران اب تک کیا حاصل کیا۔ زبان کی کیسی کیسی کھیتیاں بوئیں۔ تکبر، جھوٹ، حسد، خود غرضی، بغض و عداوت، مبالغہ آرائی اور گالم گلوچ کی کیسی کیسی فصلیں کاٹیں۔ بڑے بڑے دین دار لوگ بھی اس میدان میں اپنے اعمال نامے گندے کر بیٹھے۔ کسی کو اپنا مؤقف غلط ہوتا دکھائی دیا بھی تو پشیمان اور نادم ہونا تو دور کی بات، اپنے غلط مؤقف پر جمے رہنا ضروری سمجھا گیا۔

پاکستان میں ایک طرف سیکولر طبقہ ہے، جو اسلامی تہذیب، اسلامی اقدار اور اسلامی نظریے سے خدا واسطے کا بیر رکھتا ہے۔ اسی طبقہ کے زیر اثر وزیرستان میں ضرب عضب کے معاملے میں 95% عوام ایک ہی سوچ رکھتے ہیں، صرف 5 فی صد لوگ دوسری سوچ کے حامل ہیں۔ عوام کی بھاری اکثریت ضرب عضب کو عین پاکستان کے حق میں سمجھتی ہے۔ یہ لوگ ملک کے ہر قسم کے حالات کو صرف عقل اور منطقی سوچ کے تناظر میں دیکھتے اور سوچتے ہیں، اور صرف جذبات سے کام لیتے ہیں۔

وہ لوگ جو بیرونی ایجنسیوں کے آلہ کار بن کر ملک میں پرتشدد کارروائیاں کرتے ہیں، اُن کے خلاف طاقت کے استعمال بارے دو رائے نہیں ہو سکتیں۔ تاہم اِس امر پر غور کرنا ضروری ہے کہ یہ لوگ غیروں کے ہاتھوں استعمال کیوں ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ اس قسم کے ایجنٹوں کی آڑ میں بستیاں تاراج کر دینا، گھروں کو مسمار کر دینا اور محبِ وطن اور غیرت دینی سے سرشار معصوم قبائلی بہن بھائیوں اور بچوں پر بمباری کر کے اُن کے جسموں کے پرخچے اڑا دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ کیا اس سے نفرت کی آگ مزید نہیں بڑھکے گی؟ بدامنی و انتشار کو بڑھاوا نہ ملے گا؟ خانہ جنگی اور خون ریزی کا راستہ اور نہ کھلے گا؟

وزیرستان کے ہزاروں مسلمان بہن بھائیوں کو ان کے گھروں سے نکال کر بے گھر کر کے انہیں بھوک و افلاس میں اور در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر کے ہم نے کس کا نام روشن کیا؟ اسلام کا یا کفر کا۔ حضرت عمرؓ تو ایک جانور کے بھوکا رہنے پر بھی خود کو اِس کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ اور ہم اپنے مسلمان بھائی بہنوں کو اس حال میں پہنچا کر بھی ذرہ فکر مند نہیں، بلکہ خوش ہیں۔ اس نا انصافی میں پاکستان کے سب سے اونچے طبقے سے لے کر ہر عقل پرست انسان جو اس ضرب کی حمایت کرتا ہے، برابر کا شریک ہے۔ اُن کو ڈرنا چاہیے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ جب برستی ہے تو اُس کی مار سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔ اگر وزیرستان میں "کارنامہ" انجام دینا اتنا ہی ضروری تھا تو اس کے لئے پہلے سے آئی ڈی پیز کی پناہ گاہیں تیار کی جاتیں۔ ان کی رہائش اور کھانے پینے اور ضروریات زندگی کا سامان پیدا کیا جاتا۔ انہیں اعتماد میں لیا جاتا، تاکہ وہ آج ذلت و رسوائی، محتاجی اور سرد موسم میں بے سروسامانی کی کیفیت سے دوچار نہ ہوتے۔ ہمارے اقدامات سے اندیشہ ہے کہ مسائل کم ہونے کی بجائے اور بڑھیں گے۔ کیا ہم دیکھ نہیں رہے کہ نفرتوں، دشمنیوں اور انتقام کے جذبات میں اضافہ ہو رہا ہے اور بغاوتیں پھوٹ رہی ہیں۔ ایک عام انسان بھی اچھی طرح سمجھتا ہے کہ جب آپ ایک بلی کو بھی دیوار سے لگاتے ہیں تو وہ اپنی جان بچانے اور انتقام لینے کے لئے جھپٹ کر حملہ کرتی ہے۔ یہ تو ان ہی جیسے انسان ہیں۔ اس طرح "دہشت گردی" ختم کرتے کرتے کیا، آپ لوگ پورے پاکستان کو ختم کر کے دم لیں گے؟ حکمرانوں اور ان جیسے عوام کو جنہیں نہ اللہ سے، نہ رسولؐ سے، نہ کتاب سے محبت اور کچھ شناسائی ہے، بس اپنی کرسیاں، اپنے مفادات عزیز ہیں۔ انہیں کفار کے آلہ کار بن کر مسلمانوں کو قتل کرنے کا فن آتا ہے۔ یہ وہ سیکولر لوگ ہیں جن کے ہاتھ میں سیکولرازم اور سیاست کی تلوار ہے۔

دوسرا وہ طبقہ ہے جو مذہبی اور روحانی بنیادوں پر میدان سیاست میں براجمان ہے۔ صرف مذہب اور

روحانیت کو ماننے والوں کی ہمارے ہاں کمی نہیں ہے۔ البتہ دین کے ماننے والے اور پورے نظام زندگی کو دین کے سانچے میں ڈھالنے والے لوگ بہت کم ہیں، کیونکہ دین تو انفرادیت سے لے کر پوری اجتماعیت پر محیط ہے۔ ایسے محدود تصور مذہب کے حاملین کی بابت اقبال نے کہا تھا ؎

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور، مجاہد کی اذاں اور!
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور!

اگرچہ علامہ اقبال کی یہ بات حقیقت ہے کہ ؏ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔ لیکن دین صرف سیاست اور مفاد پرستی کا نام نہیں ہے۔ دین میں تو عقیدہ کی درستی، عبادات و معاملات کی درستی، سیاسی، معاشی و معاشرتی نظام کی پوری طرح درستی شامل ہے۔ یہ کیا ہوا کہ گھروں میں تو سب کچھ غیر اسلامی رہا ہے، شریعت اور اخلاقیات کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور بظاہر درویشی کا لباس پہنے مذہب کا پرچار ہو رہا ہے۔

ہمیں یہ بات بھولنی نہیں چاہیے کہ اسلام مروجہ معنی میں مذہب نہیں ہے بلکہ دین ہونے کے ناتے ایک کامل نظام زندگی ہے۔ ہم اللہ کے بندے اور غلام ہیں۔ غلام ہمہ وقتی غلام ہوتا ہے۔ اس کی مجال نہیں کہ وہ دن یا رات کے کسی حصے میں اپنی مرضی سے کچھ کرے یا اپنے آقا کی نافرمانی کر جائے۔ وہ مرتے دم تک اپنے آقا کا فرماں بردار رہتا ہے۔ اپنے آقا کے سامنے سر تسلیم خم کئے رکھتا ہے۔ مروجہ مفہوم میں مذہب تو چند مراسم عبودیت کا نام ہے۔ جبکہ اسلام محض چند مراسم عبودیت کا مجموعہ نہیں ایک جہانی ضابطہ حیات ہے۔ صرف مراسم عبودیت پر توجہ مرکوز کرنے سے دین کا ہمہ گیر ہونا ذہنوں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تو یہ چاہتا ہے پوری زندگی اسلام ہی کو رہبر و راہنما بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿ان الدین عند اللّٰہ الاسلام﴾

سیکولر عناصر اور محدود تصور مذہب کے حاملین نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا۔ آج دنیا میں مسلمان کا لفظ گالی سمجھا جاتا ہے، اور پوری دنیا میں مسلمانوں کو ختم کرنے کی سر توڑ کوششیں کی جا رہی ہیں۔ غیروں کی عیاری اور مسلمانوں کی حماقت دیکھئے کہ اس کام کے لئے غیر مسلموں نے مسلمانوں ہی کو دوسرے مسلمانوں کا گلا کاٹنے پر لگا دیا ہے۔ اور یہ کام مسلمان (خاص طور پر مندرجہ بالا دونوں طبقے) بڑی تندہی سے انجام دے رہے ہیں۔ ہماری بڑی بدقسمتی یہ بھی ہے قرآن کے منشور حیات سے، جو نبی کریم ﷺ نے ہمیں عطا کیا تھا، غافل ہیں۔ غیر تو اس سے پھر بھی کئی حوالوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، مگر ہم مسلمانوں نے کلام الٰہی سے آنکھیں پورے طور پر بند کر رکھی ہیں۔ ہم اس کلام برحق کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں، پر اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں۔ اس کے برعکس غیر مسلم اِسے کتاب اللہ نہ ماننے کے باوجود اُس کی بہت سی تعلیمات پر اپنے اپنے انداز سے عمل کر رہے اور اس سے راہنمائی لے رہے ہیں۔

ایک تیسرا گروہ جو نظریاتی تلوار لے کر سرگرم عمل نظر آیا اور عدل اور انصاف کا نعرہ لگایا ہے، وہ عمران خان اور اس کے حواریوں کا ہے۔ اس نے سیاست میں چھلانگ کیا لگائی، گھر گھر میں دھوم مچ گئی۔ نوجوان، بوڑھے، بچے اور خواتین سب اس ریلے میں بہہ رہے ہیں۔ ظلم و جور اور بے انصافیوں کی بدبودار سیاست میں عدل و انصاف کے اس نعرے نے تہلکہ مچا دیا، اور استحصالی نظام میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مظلوم اور بے بس عوام اس تحریک کی طرف والہانہ لپک رہے ہیں۔

تاہم نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا انداز ہی جدا ہے۔ جوان طبقے میں دم خم اور جوش و خروش زیادہ ہوتا ہے۔ جوش و خروش میں یہ لوگ ہوش کھو جاتے ہیں۔ بالخصوص اگر ان کی تربیت نظریاتی بنیادوں پر نہ ہوئی ہو تو یہ طبقہ ہر قسم کی پابندیوں اور جکڑ بندیوں کو قبول کرنے سے گھبراتا اور ہر قسم کی مادر پدر آزادی چاہتا ہے۔ اس وقت ہمارا المیہ یہی ہے۔ عدل و انصاف کے نام پر کھڑی ہونے والی تحریک انصاف نظام تو شاید تبدیل نہ کر سکے، البتہ عمران خان کی تحریک میں نظریاتی عنصر کی عدم موجودگی اور مغربیت کی لہر کی وجہ سے بے حیائی اور مادر پدر آزادی عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ مقدس رشتوں کی بے حرمتی عام ہے اور اقدار کا جنازہ نکل رہا ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہماری عظیم الشان اقدار و روایات ہیں۔ ہم مادر پدر آزاد نہیں، اسلامی تعلیمات کے پابند ہیں۔ مسلمان جب دینی قدروں سے عاری ہو جائے تو اُس کی مسلمانی کو بٹہ لگ جاتا ہے۔ وہ حقیقی مسلمان نہیں رہتا، راکھ کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ ہائے افسوس! ہمارے ان مادر پدر آزاد نسل کو اپنی دینی اقدار کی دھجیاں اڑاتے ہوئے حیا نہ آئی۔ ہماری اِن بچیوں کے نام فاطمہ، خدیجہ، آسیہ، مریم جیسی عظیم الشان ہستیوں کے نام پر ہیں۔ لیکن اُن کی حرکتیں لونڈیوں اور کنیزوں جیسی ہیں، حضرت عمرؓ نے جنہیں سر پر دوپٹہ اوڑھنے سے بھی منع کیا تھا کہ ان کا مقام عام آزاد خواتین کے برابر نہیں ہے۔ ہائے افسوس! انصاف کے مقدس لفظ سے منسوب تحریک دینی اقدار کے ساتھ صریح ناانصافی کر رہی ہے۔ اُس کے دھرنے اور جلسوں میں اسلامی قدروں کو جس انداز سے پامال کیا جا رہا ہے، اس سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ کس قسم کا ''نیا پاکستان'' بنانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ ہماری معاشرت پر پہلے بھی بڑی حد تک چھاپ یہود و نصاریٰ کی ہے، لیکن دشمن سر توڑ کوشش کے باوجود مسلمانوں کے خاندانی نظام اور رحمی رشتوں کے تقدس کو پورے طور پر پامال نہیں کر پا رہے تھے۔ اب اگر خدانخواستہ ہمارا خاندانی نظام اور اس کی روشن اقدار پامال ہوتیں تو اس کا ایک سبب عمران خان کی طرز سیاست اور جلسوں کو سمجھا جائے گا۔ لوگ یہ خیال کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ عمران خان یا تو یہودیوں کا آلہ کار ہے یا پھر یہ غیرت دینی سے عاری ہے، جس کو حکومت کی بے انصافیاں تو ہر جگہ، ہر مقام پر نظر آتی ہیں، مگر اپنی بے انصافیاں اور مخلوط محافل کی صورت میں نوجوان نسل پر ظلم نظر نہیں آتا۔ کیا یہ بات کم تکلیف دہ ہے کہ عمران خان نے جو سیاسی کلچر متعارف کرایا ہے اُس کے تحت نوجوان نسل طاؤس و رباب کے شیطانی ہتھکنڈوں کا شکار ہو گئی، اور عدل و انصاف کے مقدس نعروں میں بظاہر احوال شرم و حیا سے عاری ایک مادر پدر آزاد معاشرہ تشکیل پانے کا یہودی شیطانی منصوبہ تکمیل کی جانب بڑھ رہا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر!

اس لحاظ سے اگر تجزیہ کیا جائے تو تحریک انصاف کی نظریاتی تلوار اسلامی نظریے کے لئے سیکولر اور محدود مذہبیت کے حاملین سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی نظر آتی ہے کہ عمران خان ہماری معاشرت میں بے حیائی اور کھلم کھلا فحاشی کو فروغ دے کر پاکستانیوں میں رہی سہی شرم و حیا کے خاتمہ پر کمربستہ ہیں۔ شیطان کی یہ ازل سے آرزو تھی کہ کسی طرح بنی نوع انسان کے جسموں سے لباس اتار دے۔ آج یہودیوں کی بھی یہی خواہش ہے۔ عمران خان بچی کھچی شرم و حیا کا جنازہ نکال کر کس کا ایجنڈا پورا کر رہے ہیں۔

آخر میں تذکرہ اُن 5 فی صد لوگوں کا جو میڈیا زدہ نہیں۔ یہ لوگ مندرجہ بالا گروہوں سے ہٹ کر زاویہ نگاہ رکھتے ہیں۔ یہ صرف عقل و منطق سے ہی نہیں حکمت و دانائی سے پاکستان کے حالات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ وہ حالات کا تجزیہ صرف مادّی انداز فکر سے نہیں کرتے بلکہ اس مملکت کو ایک اللہ، ایک رسولؐ اور ایک کتاب کے دیئے ہوئے نظام زندگی سے مربوط اور منسوب کر کے اس کے مسائل کی تشخیص کرتے اور اُن کا حل پیش کرتے ہیں۔ یہ پاکستان (باقی صفحہ 10 پر)

اچھے دہشت گرد، بُرے دہشت گرد

انصار عباسی

پہلے اچھے اور بُرے طالبان تھے، اب آئین کی اکیسویں ترمیم نے اچھے اور بُرے دہشت گردوں کے درمیان بھی تفریق پیدا کر دی۔ جو اچھے دہشت گرد ہیں وہ مزے کریں اُنہیں پھانسی دی جائے گی اور نہ اُن کے مقدمے ہی ملٹری عدالتوں میں بھیجے جائیں گے۔

بُرے دہشت گرد وہ ہیں جو مذہب اور رفرقہ کی بنیاد پر دوسروں کی جان لیں، ریاست کے خلاف ہتھیار اُٹھا لیں یا کسی بھی قسم کی دہشت گردی میں حصہ لیں۔ اچھے دہشت گرد وہ ہیں جو نسلی، علاقائی یا کسی دوسری وجہ سے جس کو چاہیں ماریں، بے شک سینکڑوں پولیس والوں کو کراچی میں شہید کر دیں یا بلوچستان میں فوج پر حملہ کریں، وہاں کالج کی بس کو جلا کر اُس میں سوار درجنوں بچیوں کو شہید کر دیں حتیٰ کہ زیارت ریذیڈنسی کو جلا کر راکھ کر دیں۔ وہ سب اچھے دہشت گرد ہیں، اُن کے کیس نہ ملٹری کورٹس کو بھیجے جائیں گے اور نہ ایسے سزا یافتہ مجرموں کو پھانسیاں ہی دی جائیں گی۔ اگر کوئی شناختی کارڈ دیکھ کر کسی کو کسی خاص فرقہ سے تعلق رکھنے کی بنیاد پر بسوں سے اتار تار کر گولیاں مارے تو وہ بُرے دہشت گرد ہیں اور ایسے دہشت گردوں کو اب ملٹری کورٹس کے حوالے ہی کیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی شناختی کارڈ دیکھ دیکھ کر بس سے پنجابیوں کو اتارے اور اُن کو گولیاں مار مار کر جان بحق کر دے تو یہ اقدام اچھی دہشت گردی کے زمرے میں آئے گی اور یہ جرم کرنے والوں کو عام عدالتوں کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اگر کوئی اپنی شریعت کے نفاذ کے لیے بندوق اٹھائے تو وہ بُرا دہشت گرد لیکن جب کوئی شخص یا تنظیم پاکستان کو توڑنے اور اس کے کسی حصہ کو علیحدہ آزاد ریاست بنانے کے لیے بندوق اُٹھائے تو یہ اچھی دہشت گردی کے زمرے میں آئے گی۔

آئین میں ترمیم کرنے والوں کا کہنا ہے کہ مذہب اور فرقہ کے نام پر دہشت گردوں کے کیسوں کو اس لیے ملٹری کورٹس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے کیوں کہ مذہبی دہشت گرد تنظیمیں عام عدالتوں اور ججوں کو ڈرا دھمکا کر ایسے کیسوں کے فیصلے نہیں ہونے دیتیں۔ بالکل ٹھیک۔ مگر کیا یہ بھی سچ نہیں کہ یہی حال کراچی اور بلوچستان میں دہشت گرد اور ان کی تنظیمیں کرتی ہیں۔ کراچی میں جیو کے شہید رپورٹر ولی خان بابر کے گواہوں، تفتیشی افسروں اور حتیٰ کے وکیلوں کو چن چن کر قتل کر دیا گیا۔ کیا بلوچستان کی کوئی عدالت کسی علیحدگی پسند تنظیم سے تعلق رکھنے والے دہشت گردوں کے خلاف کوئی مقدمہ آزادی سے نبٹا سکتی ہے؟ اسی آئینی تفریق کی بنیاد پر ممتاز قادری کی پھانسی کے مطالبے ہو رہے ہیں، جبکہ سنگین گستاخی کی مرتکب آسیہ بی بی جس کو پہلے سیشن جج اور پھر ہائی کورٹس نے سزائے موت سنائی، اُس کو آزاد کرنے اور معافی دینے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ سزا اور جزا کا یہ دہرا معیار کبھی دیکھا نہ سنا۔

حکومت اور پارلیمنٹ نے یہ کیسی قانون سازی کر دی جس نے ایک ہی جرم کرنے والے دو افراد میں اُن کی سوچ کی بنیاد پر تفریق کر دی۔ جرم تو جرم ہے۔ اصول تو یہ ہونا چاہیے دہشت گردی جو بھی کرے اُسے اُس کی بلا تفریق سزا ملے گی۔ چاہیے کوئی مذہب کے نام پر دہشت گردی کرے یا نسل پرستی اور علاقائی تعصب کی بنیاد پر ایسی کارروائی کرے، دونوں کے لیے قانون کا نفاذ ایک سا ہونا چاہیے۔ ہاں جرم کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے پشاور سکول سانحہ، زیارت ریذیڈنسی، کوئٹہ کالج سکول بس حملہ، واہگہ بارڈر خودکش دھماکہ وغیرہ جیسے واقعات میں ملوث مجرموں کو عام شاہراہوں اور چوکوں میں پھانسیاں دی جانی چاہئیں تا کہ انہیں نشان عبرت بنایا جا سکے۔ لیکن جب آپ دہشت گردوں کے درمیان بھی اچھے اور بُرے کی تمیز کریں گے تو معاملات خراب ہوں گے۔

پہلے تو فوجی عدالتوں کے بنانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ بجائے اس کے کہ موجودہ عدالتی نظام اور کریمنل جسٹس سسٹم کو جنگی بنیادوں پر ٹھیک کیا جاتا تا کہ ہر کسی کو جلد انصاف ملے۔ حکومت اور اپوزیشن نے کڑوی گولی نگلتے ہوئے فوجی عدالتوں کو قائم کیا۔ اگر بھاری دل کے ساتھ نا چاہتے ہوئے بھی یہ کام کرنا ہی تھا تو پھر سب دہشت گردوں کو فوجی عدالتوں کے ہی حوالے کیا جانا چاہئے تھا۔ اب یہ جو تفریق پیدا کر دی گئی اور جس طرح کا پاکستان میں موجود ایک مخصوص طبقہ نے اسلامی سوچ رکھنے والوں کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا، اُس کی وجہ سے مولانا فضل الرحمٰن وہ سب کچھ کہنے پر مجبور ہوئے جو انہیں نے آئینی ترمیم کے موقع پر کہا۔ میں مولانا سے سو فیصد متفق ہوں کہ ایک طبقہ کی یہاں یہ شدید خواہش ہے کہ پشاور سانحہ کو اسلامی قوتوں کو دبانے اور انہیں کچلنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ جیسا کہ مولانا نے کہا کہ جو دہشت گرد ہے اُسے سخت سے سخت سزا دیں مگر پاکستان کو سیکولر بنانے یا حسینہ واجد کے بنگلہ دیش ماڈل کو یہاں آزمانے کی کسی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ حکومت اور پارلیمنٹ کو چاہیے کہ بندوق کے زور پر اپنی شریعت نافذ کرنے والوں کو ناکام بنانے کے لیے پہلی اسلامی ریاست مدینہ کو رول ماڈل بناتے ہوئے پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنائیں، جہاں اسلامی نظام قائم ہو، عورتوں، اقلیتوں، بے سہارا اور غریب ہر ایک کو ان کے حقوق ملیں اور جس کے لیے پاکستان کا موجودہ آئین تمام سہولت مہیا کرتا ہے۔

پشاور سانحہ کے بعد سب اس بات پر متفق ہیں کہ دہشت گردوں کو پکڑا جائے اور ان کو سخت سے سخت سزائیں دی جائیں لیکن اگر کوئی یہ کہے اس اتفاق کا مطلب یہ ہوا کہ جو پرویز مشرف نے امریکا کی خوشنودی کے لیے کیا وہ ٹھیک تھا، تو ایسا نہ کل صحیح تھا اور نہ آج ہی صحیح ہے۔ امریکا کی جنگ ہماری جنگ نہ کل تھی اور نہ آج ہو سکتی ہے۔ ہماری جنگ تو اُن کے خلاف ہے جو امریکا کی جنگ کے نتیجے میں ہمارے ہی گلے پڑ گئے اور جنہوں نے دہشت گردی کرتے ہوئے نہ مسجد کو دیکھا، نہ گرجا کو، نہ عورتوں کو، نہ بچوں، نہ ملک کو، نہ ملت کو۔ (بہ شکریہ روزنامہ ''جنگ'')

☆☆☆

ماہ ربیع الاول کے حوالے سے خصوصی دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی چھاؤنی لاہور(حلقہ لاہور شرقی) کے زیر اہتمام جامع مسجد عبداللہ (زیر اہتمام سیدنا بلال حبشیؓ ٹرسٹ) میں 6 جنوری بروز منگل بعد نماز مغرب ماہ ربیع الاوّل کی مناسبت سے ایک دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ اس پروگرام کے مقرر حافظ عاکف سعید صاحب، امیر تنظیم اسلامی پاکستان تھے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ حافظ عبداللہ نے انتہائی خوبصورت آواز میں سورۃ الضحیٰ کی تلاوت کی۔ بعدازاں ایک ننھی بچی نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں نعت پیش کی۔ تلاوت ونعت کے بعد سیدنا بلال حبشیؓ ٹرسٹ کے صدر سلیم صاحب نے اپنی گفتگو میں حاضرین مجلس سے امیر تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف کرایا، پروگرام میں آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا، اور انہیں دعوت خطاب دی۔

امیر تنظیم اسلامی نے اپنے خطاب میں سورۃ الاعراف کی آیت 157 کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادوں پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی جلیل القدر ہستی کا مقام بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہیں۔ آپؐ کے بارے میں بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ آپؐ عالمین کے لئے رحمت بنا کر تشریف لائے۔ رب کائنات نے اپنے کلام عالی شان میں فرمایا کہ ”اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر۔“ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ سورۂ اعراف کی مذکورہ آیت میں نبی اکرم ﷺ کی شانیں بھی بیان ہوئی ہیں اور ایک اُمتی کی ذمہ داریوں کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ آیات کا شان نزول بیان کرنے کے بعد انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اُن شانوں کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ کی پہلی شان یہاں یہ بیان ہوئی ہے کہ آپؐ معروف کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے ہیں۔ معروف ومنکر، نیکی بدی اور خیر وشر کا تعین ایک اہم مسئلہ رہا ہے، جس کا فیصلہ نبی اکرم ﷺ نے فرمادیا۔ اب جس چیز کو بھی آپؐ نے معروف قرار دیا وہ معروف ہے اور جس چیز سے آپ ﷺ نے روک دیا وہ منکر ہے۔ دوسری شان آپ ﷺ کی یہ بیان فرمائی گئی کہ آپؐ نے تمام پاکیزہ چیزوں کو حلال ٹھہرایا۔ یعنی جو چیزیں انسان کی روحانی اور جسمانی صحت کے لیے مفید ہیں وہ حلال ہیں۔ اور جو ناپاک اشیاء ہیں اور انسان کے لیے نقصان دہ ہیں، ان کو حرام ٹھہرایا۔ رسول اللہ ﷺ کی تیسری شان یہ بیان ہوئی کہ آپؐ نے نوع انسانی کو اُن کی گردنوں میں پڑے ہوئے رسم ورواج اور باطل نظام کے طوق سے نجات دلائی۔ امیر تنظیم اسلامی نے آیات زیر درس کے حوالے سے کہا کہ آپؐ سے تعلق کی اوّلین بنیاد یہ ہے کہ آپؐ کی رسالت کی دل سے تصدیق کی جائے۔ یعنی آپؐ کو اللہ کا رسول مانا جائے۔ دوسرے یہ کہ آپؐ کی دنیا کے تمام انسانوں سے بھی بڑھ کر عزت وتکریم کی جائے۔ تیسرے یہ کہ آپؐ کے مشن اقامت دین کی جدوجہد میں شامل ہو کر نظام خلافت کے قیام میں اپنا کردار ادا کیا جائے اور چوتھے یہ کہ محمد عربی ﷺ پر نازل ہونے والے کلام یعنی قرآن مجید کا اتباع کیا جائے۔

حاضرین میں علاقے کے معززین کی کثیر تعداد شامل تھی۔ شرکائے مجلس نے پروگرام کو سراہا اور آئندہ بھی تسلسل کے ساتھ ایسے پروگرامات کے انعقاد کا تقاضا کیا۔ اس پروگرام کے انعقاد میں سیدنا بلال حبشیؓ ٹرسٹ کے ذمہ داران بالخصوص ماسٹر محمد افضل، محمد رمضان اور جناب سلیم صاحب نے بہت تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ پروگرام کے اختتام پر سوال وجواب کی نشست بھی ہوئی۔ آخر میں ٹرسٹ کی جانب سے شرکاء کو کھانا کھلایا گیا۔ اللہ کریم اپنے حبیب ﷺ کی مدحت میں اس سعی کو قبول فرمائے اور پروگرام کے شرکاء اور منتظمین کو اجر عظیم سے نوازے۔ (آمین) (رپورٹ: محمد عظیم)

حلقہ لاہور شرقی منفرد اُسرہ قصور کا دعوتی اجتماع

19 دسمبر 2014ء بعد نماز مغرب حلقہ لاہور شرقی کے منفرد اُسرہ قصور میں نقیب اُسرہ رانا جعفر صدیق قصوری کی رہائش گاہ (نزد نیشنل بینک چوک پرانی سبزی منڈی) کے قریب واقع جامع مسجد میں ”عظمت قرآن اور اُس کے تقاضے“ کے موضوع پر ایک دعوتی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کے انعقاد میں اُسرہ قصور کے تمام رفقاء نے بھرپور محنت کی۔ بالخصوص نقیب اُسرہ نے اپنی برادری کی کثیر تعداد کو جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اِس نشست سے تنظیم اسلامی حلقہ لاہور شرقی کے ناظم دعوت شکیل احمد نے خطاب کیا۔ نماز مغرب کے بعد ہونے والے اس پروگرام میں محترم شکیل احمد نے قرآن حکیم کی عظمت اور اس کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم اللہ کی ہم پر بے بہا نعمتیں ہیں، جن سے ہم مستفید ہو رہے ہیں۔ لیکن اُس کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہدایت ہے، جو اگر حاصل ہو تب ہی دیگر تمام نعمتیں فی الواقع نافع ہوں گی اور انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا۔ نعمت ہدایت نہ ہوئی تو انسان ان نعمتوں کی ناشکری کرے گا۔ نعمت ہدایت کے حصول کا ذریعہ اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔ کتاب الٰہی میں نوع انسانی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری کامیابی قرآن سے تعلق مضبوط کرنے میں مضمر ہے۔ اس کتاب زندہ کو چھوڑ دینے کا نتیجہ ناکامی کی صورت میں نکلتا ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب بننے کے لیے ہمیں قرآن کے حقوق کو ادا کرنا ہوگا۔ اس ضمن میں مدرس نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں قرآن مجید کے پانچ حقوق بیان فرمائے۔ اور حاضرین پر زور دیا کہ وہ ان حقوق کی ادائی کے لئے کوشاں ہوں، تاکہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل ہو سکے، روز قیامت نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو سکے، اور ہم قرآن کی شفاعت کے بھی حقدار بن سکیں۔

دعوتی پروگرام کے انعقاد میں مسجد کی انتظامیہ نے بھرپور تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین) اس دعوتی پروگرام میں سو سے زائد احباب نے شرکت کی۔ نماز عشاء کے بعد شرکاء کی تواضع کی گئی اور اِس کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ کریم ہماری اس سعی کو اپنے بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

(رپورٹ: عبدالمنان، معتمد حلقہ لاہور شرقی)

حلقہ کراچی شمالی کے تحت کل رفقاء ورفیقات کا فیملی تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے تحت سہ ماہی تربیتی اجتماع اتوار 9 نومبر 2014 کو منعقد ہوا۔ پروگرام کے میزبان حلقہ کے ناظم تربیت نوید مزمل تھے۔ پروگرام کا آغاز سورۃ الاحقاف کی آیات 15 تا 19 کی تلاوت اور ترجمہ سے ہوا۔ تلاوت وترجمہ کی سعادت حافظ اسید نے حاصل کی۔ بعدازاں نوید مزمل نے حدیث مبارکہ پیش کی۔ مسلم شریف کی روایت بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انسان جب مرجاتا ہے تو صرف اس کے اعمال ہی اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ آدمی کے لیے نیک اولاد، علم نافع جو دوسروں کو سکھایا اور بھلائی کے کام صدقہ جاریہ ہیں۔ معاون مرکزی ناظم تعلیم وتربیت جناب اویس پاشا نے سورۃ الحجرات کی آیات 11، 12 کی تذکیر کی۔ انہوں نے چھ اخلاقی برائیوں، تمسخر اڑانا، عیب لگانا، برا نام رکھنا، برا گمان کرنا، تجسس اور غیبت کا تذکرہ کیا۔ غیبت پر انہوں نے تفصیل سے گفتگو کی اور کہا کہ قرآن میں غیبت کا تذکرہ حد درجہ کراہیت آمیز انداز میں آیا ہے۔ اس مرض کے اسباب بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ غصہ کا اظہار نہ کر پانا، حق بات صحیح وقت پر نہ کہنا، بدگمانی کرنا، اپنا عیب چھپانے کے لئے دوسروں کو بُرا کہنا، اپنے کو بہتر ثابت کرنا، کسی کی تعریف ہو تو حسد کرنا اس کی بنیادی وجوہات ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے کیونکہ حدیث کے مطابق ایک مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے اور غیبت مسلمان کی عزت پر حملہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ غیبت کے مرض کے چھٹکارا پانے کے لیے آخرت اور قیامت کے دن لوگوں کے سامنے رسوائی نیز اپنی نیکیاں دوسروں کو جانے کا خوف پیش نظر رکھنا چاہئے۔ انہوں نے واضح کیا کہ بعض جگہ شرعی طور پر غیبت کی گنجائش ہوتی ہے مثلاً کسی ظالم کی شکایت کرنا، کسی منکر کے خاتمے کے لئے مدد حاصل کرنا، کسی کو شر سے بچانا، مفتی سے

فتویٰ لیتے وقت صورتحال بیان کرنا۔ اُن کے بیان کے بعد باہمی ملاقات اور تواضع کے لئے وقفہ کیا گیا۔ اس دوران کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم رفقاء کی حافظ اسامہ علی کے ساتھ خصوصی نشست ہوئی۔ وقفہ کے بعد ڈاکٹر انوار علی نے مرکز کی طرف سے فراہم کردہ بچوں کے نصاب کا تعارف ملٹی میڈیا کے ذریعے کتابوں کے نام اور ان اہمیت کے ساتھ کروایا۔ یہ 11 کتابوں کا نصاب ہے۔ اس میں بچوں کے لئے تربیتی نصاب برائے حفظ جس میں 50 چھوٹی احادیث، مسنون دعائیں اور آخری 21 سورتیں موجود ہیں۔ تربیتی نصاب کے نام سے 5 کتابیں ہیں جن کو علماء کرام مکتبہ تعلیم القرآن (زیر سرپرستی مفتی رفیع عثمانی صاحب) نے ترتیب دیا ہے۔ بچوں کے اسلامی آداب، شمائل محمدیہؐ، حیات صحابہؓ، بچے کی دعا اور دی علم فاؤنڈیشن کا مرتب کردہ مطالعہ قرآن حکیم (حصہ اول) بھی شامل نصاب ہیں۔ حافظ ایاز نے قصیدہ بردہ شریف کے 3 اشعار اور نعت رسول ﷺ پیش کی۔ جناب اظہر ریاض نائب ناظم اعلیٰ زون جنوبی نے گھریلو اسرہ کی افادیت اور اہمیت پر گفتگو کی۔ انہوں نے سورۃ التحریم آیت 6 کے حوالے سے کہا کہ ہم پر اپنی ذات کے بعد سب سے پہلے اپنے گھر والوں کے ضمن میں ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان کو آگ سے بچائیں۔ اسی فریضہ کی ادائیگی کے لئے گھریلو اسرہ شروع کیا گیا، جس میں معاون رفیق تنظیم کی اہلیہ ہوں گی۔ اس ضمن میں ہمیں قول و فعل کے تضاد سے بچنا اور عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ گھر والوں کو فراموش کرکے تحریکی کاموں میں سرگرمی بے انصافی بھی ہے۔ گھریلو اسرہ جہاں گھر والوں کی ضرورت ہے، وہیں تحریکی کام میں معاونت کا ذریعہ بھی ہے۔ گھر والے اگر خود کو اس تحریک سے پیوستہ سمجھیں گے تو رفیق کے مددگار ہوں گے۔ بلکہ دینی فرائض کی یاددہانی بھی کرواتے رہیں گے۔ گھریلو اسرہ کے ذریعہ گھر میں ایک طرف اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں آسانی ہوتی ہے تو دوسری طرف اجتماعی ذمہ داریوں کو یکسوئی کے ساتھ ادا کرنا آسان ہوتا ہے۔

امیر حلقہ کراچی شمالی شجاع الدین شیخ نے آج کے دور میں منہج انقلاب نبوی ﷺ کی اہمیت اور موجودہ دھرنوں کا موازنہ پیش کیا۔ انہوں نے بتایا کہ دعوت، تنظیم، تربیت، صبر محض، اقدام اور تصادم کے مراحل سے گزرے بغیر حقیقی اسلامی انقلاب نہ آئے گا۔ انقلاب کے لئے نہ تو بیلٹ کا راستہ مفید ہے اور نہ بلٹ کا۔ اس کے لئے منظم عوامی تحریک ہی کارگر ہوسکتی ہے۔ انقلابی تحریک کو اقدام کے مرحلہ میں نفاذ شریعت کا مطالبہ لے کر میدان میں آنا ہوگا۔ اس ضمن میں منکرات کے خاتمہ کا مطالبہ بھی ایک تحریک کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کی تحریک اور حالیہ دھرنوں کا کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ اِس لیے کہ حالیہ دھرنوں میں اسلامی انقلاب کی کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی انقلابی عمل کے مراحل سے گزرنے کا معاملہ ہوا۔ ایک دھرنا قائد انقلاب کی بات کرتے ہوئے انتخابات میں داخل ہوگئے جبکہ دوسرے صاحب کا دھرنا موسیقی، بدکلامی اور ناچ گانوں کا عنوان بن گیا۔ نظم کے تقاضوں کے حوالے سے جناب شجاع الدین شیخ نے توجہ کو دلائی کہ ہمیں نظم کی ہر پکار پر خوش دلی سے اور بروقت لبیک کہنے کی خو پیدا کرنے ہوگی۔ اور اللہ کرے کہ وہ آخری پکار کا موقع بھی آئے جب ہم نفاذ شریعت کا مطالبہ لے کر میدان میں آئیں۔ اس پروگرام میں بچوں اور بچیوں کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ پروگرام ترتیب دیئے گئے تھے، جس میں انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

(مرتب: ظفر الطاف، گلستان جوہر، کراچی)

تنظیمی اطلاع

مقامی تنظیم ”نیوملتان“ میں محمد عطاء اللہ خان کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب کی جانب سے مقامی تنظیم نیوملتان میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 18 دسمبر 2014ء میں مشورہ کے بعد محمد عطاء اللہ خان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹے، عمر 26 سال، تعلیم، بی ٹیک آنرز، قد "5.6 گورنمنٹ ملازم، (پاکستان اٹامک انرجی) کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-481001

☆ بیٹی، عمر 21 سال، تعلیم بی اے، قد "5.3 کے لئے دینی گھرانے سے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4816001

☆ کراچی میں رہائش پذیر دیندار فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 38 سال، امور خانہ داری کی ماہر، خلع یافتہ، کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے ترجیحاً رفیق تنظیم اسلامی کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0345-3326027

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی شمالی گلستان جوہر 2 کے رفیق جناب ظفر الطاف صدیقی علیل ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔

☆ گلستان جوہر 2 کے رفیق شفیق احمد کاظمی کے بھائی علیل ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔

☆ ملتزم رفیق گجرات حاجی محمد اقبال روڈ ایکسیڈینٹ میں شدید زخمی ہوگئے ہیں۔

☆ حلقہ کراچی شمالی نیو کراچی کے رفیق جناب احتشام الحق کی والدہ محترمہ شدید علیل ہیں

☆ تنظیم اسلامی لاہور اندرون شہر کے رفیق راشد قمر کے والد محترم اور سسر مکرم علیل ہیں

☆ محمد عبدالرشید رحمانی (ناظم بیت المال حلقہ غربی لاہور) کی اہلیہ عارضۂ قلب میں مبتلا ہوگئیں۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ (آمین) قارئین سے بھی اُن کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ نیو کراچی تنظیم کے رفیق محمد شمائل حیدر کے والد محترم رحلت فرماگئے

☆ گلستان جوہر 2 کے رفیق محمد انور کے بہنوئی رحلت فرماگئے

☆ گجرات کے ملتزم رفیق محمد ناصر منگا (صراف) وفات پاگئے

مبتدی رفیق گجرات محمد یوسف سیٹھی کے والد وفات پاگئے ہیں

☆ معتمد حلقہ جنوبی پنجاب شوکت حسین انصاری کے ماموں وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Prophet Muhammad's Spirit towards Dawah

By Syed Kazim

Islam is not merely confined to the affirmation of faith in Allah, His Angels, His Books, His Messengers, and the Day of Judgment. Nor are the Muslims confined to performing the prayers, observing the fasts, paying zakat and performing Hajj. Over and above these duties, there is one which is the most important that your lives bear before all mankind witness to the Truth that you have been given by Allah, the Truth which you believe to be true. Allah says in the Qur'ān, "And thus We have made you a median (i.e., just) community that you will be witness over the people and the Messenger will be a witness over you." *(Qur'ān 2:143).*

For this very purpose all the Messengers were sent to the world; this was their primary duty. After them, their followers were entrusted with the same duty. And now the Muslim Ummah, as the successor of Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be to him), is charged with the very mission, just as he was charged with it during his lifetime. His seriousness, dedication and consistency helped him achieve the mission for which he was sent.

After seeing Islam spread so rapidly, the people of Quraish gave many offers to Prophet Muhammad. They said, "We will give you money and make you the richest man in Makkah. If you are looking for women, we will get you married to 10 beautiful women and you just give up your mission" but he did not agree and declined all their offers.

In another instance, the people of Quraish went to Abu Talib and threatened him saying, "Your nephew is crossing all limits, he is criticizing our idols, he is condemning our ancestors, and he is putting your life and his life in danger."

When Abu Talib met Prophet Muhammad, he said, "Do not put a burden on my shoulders which I cannot bear." And now, it is the reply of Prophet Muhammad which helps us understand the seriousness which he had for the task given to him. He replied to Abu Talib saying, "O! My Uncle, even if you put the Sun in my right hand and the Moon in the left, I will not give up this mission (of spreading Allah's word) until I die. *(Ibne Hisham – Vol. I)*. It is actually impossible to bring the Sun in one's right hand and the Moon in the left and even if his uncle made the impossible possible, he would not stop his work. What better an example can we get for his dedication and commitment?

When Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be to him) went to Taif to invite people to Islam, the people stoned him and his shoes were filled with blood. Angel Jibrail came to Prophet Muhammad and said, "O Prophet of Allah! If you order, I will grind the people of Taif between mountains." He said, "I am sent as the Prophet of mercy, not to punish people. These people just don't know me and I hope that Allah will raise someone among these people who will serve Islam." Let us try to understand the positive attitude and patience he had towards his mission and responsibility which was entrusted upon him by Allah the Exalted.

Tired, forsaken and wounded, he sought refuge in a nearby garden. The garden belonged to Atabah and Shaibah bin Rabee'ah, who were watching the cruel episode from behind, who were from a Quraishi family. Pitying the plight, they instructed their Christian slave Addas to take a tray of dates to the Messenger. The Christian slave came to Prophet Muhammad and offered him water and grapes. The Prophet said *Bismillah* and started eating. Addas was surprised. "The people of these lands don't say these words?" he asked. The Prophet, in spite of the pain, used the opportunity to do Dawah. He asked, "Where are you from and what is your religion?" Addas replied, "I am a Christian from Ninawa (Iraq)". Then the Prophet said, "From the town of the righteous man, Younus bin Mattah (Jonah)". Addas burst out in excitement and asked, "And what makes you know about Younus bin Mattah?" He replied, "He is my brother. He was a Prophet, and so am I." Addas kisses his forehead, hands and feet while his two masters stared in disbelief. And recited the *kalima*. Prophet Muhammad used to use every opportunity

effectively to do Dawah, even in the state of pain and trauma, he conveyed the message.

Generally prisoners captured after the war are ill-treated. But Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be to him) would use this opportunity to do Dawah. After the Battle of Badr, he told his companions to treat them well. So if the companion was given a prisoner under his custody and he was eating, he would give that food or even better food to the prisoner. Just seeing the character of the Muslims, many people would accept Islam. As they were prisoners, they could have been forced to accept Islam, but the Messenger and his companions used the opportunity wisely to invite them to Islam.

In the Hajjatul Wida, Prophet Muhammad delivered the final sermon. In the sermon, he said, "All those who listen to me shall pass on my words to others and those to others again; and it may be that the last ones understand my words better than those who listen to me directly. Be my witness, O Allah, that I have conveyed your message to your people." After saying this, he asked the people, "Have I conveyed the Message of Allah to you?" And the people answered saying, "Yes, Allah is the witness". Then he raised his forefinger towards the heaven and said, "Be my witness O Allah, Be my witness O Allah, Be my witness O Allah." In his final sermon he entrusted the responsibility on the Muslim Ummah to convey the message of Islam to others as he was not only addressing the people who were present but all the Muslims who will be coming to this world.

There was a Jewish boy who used to take care of Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be to him). The Messenger came to know that the former was not feeling well. He rushed to him, sat next to him and asked him to recite the *kalima*. The boy looked towards his father who was a Jew and his father said, "Listen to Prophet Muhammad" and the boy recited the *kalima* and died. He said, "Allah has saved him soul from fire." Let us try to understand the spirit and seriousness he had towards conveying the message that he travelled a long distance to convey the message to a boy.

Prophet Muhammad knew that he alone could not do the work of conveying the message of Islam; so he appointed people to do the same so that the message is conveyed to more and more people. In this regard, he appointed Musab bin Umair to go to Madina and invite people to Islam. Even when his life was in danger, he used to pray in pubic in the Haram and give Dawah to the people. He forgave people after Makkah was captured. He gave more wealth to new converts of Makkah so that their hearts soften. He used to sit, speak and eat with the people, so that conveying the message becomes much easier.

To convey the message, one need not wait till he gains complete knowledge. He should go ahead and covey whatever he knows. Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be to him) said, "Convey from me even if it is one verse." If we need to make best use of the knowledge, it should only be spread, as Prophet Muhammad said, "There is no man who memorises knowledge then conceals it, but he will be brought forth on the Day of Resurrection bridled with chains of fire" (*Ibn Majah*). If one loves a person, he will always guide him and advise him to do good and Prophet Muhammad related this act with the belief of a person as once he said, "None of you are true believers until you love for your brother what you love for yourself." From these sayings, we can understand the spirit and seriousness he had towards Dawah.

He considered the work so seriously, that he continued doing the work both in Makkah and Madina for 23 years. Doing this noble work also carries great reward as he once said to Ali, "If one man is guided towards Islam because of you, it is better for you that the red camels" (*Bukhari*). Taking into consideration the Indian context, the issue of conveying the message becomes really serious because we are living in a country where more than 80% of people are unaware of the teachings of Islam.

From the life of Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be to him) we have a lot to learn. He never compromised with the task which was given to him. He always has a positive attitude towards the non-Muslims. He used every opportunity to do Dawah. He sent capable people to different places to convey the message. He used to ask people to just convey the message. He asked the companions and all the people to come, to spread the message to other people. He left no stone unturned to accomplish the task. He was the most sincere, patience, dedicated and steadfast Dayee. Truly, the Qur'ān has rightly said, "In the Prophet is the best example."

Courtesy: Radiance ViewsWeekly